خطبات سیف اللہ

﴿قسط اول﴾

حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب قاسمی گنگوہی دامت برکاتہم
شیخ الحدیث وناظم جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

ترتیب

عبدالواجد ہرپالوی

خادم تدریس جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

ناشر

مکتبۂ شریفیہ
جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

تفصیلات

نام کتاب: خطبات سیف اللہ

نام خطیب: حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب قاسمی گنگوہی دامت برکاتہم

صحبت یافتہ امام العارفین قدوۃ الصالحین حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب نقشبندی مجددیؒ۔
اجازت یافتہ شیخ طریقت عارف باللہ حضرت مولانا محمد قمرالزماں صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم۔
وپیر طریقت واقف اسرارِ حقیقت حضرت شیخ آصف حسین صاحب فاروقی نقشبندی مدظلہم العالی برطانیہ۔
وجامع الاوصاف حضرت مولانا سید محمود حسن صاحبؒ خلیفہ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ۔

نام مرتب: عبدالواجد رشیدی ندوی خادم تدریس جامعہ ہذا

کمپوزنگ: محمد دلشاد رشیدی کھیڑوی 09358199948

قسط: اول

صفحات: (۱۷۶)

قیمت: (۵۰)

سن اشاعت: ۱۴۳۴ھ مطابق ۲۰۱۳ء

ناشر: مکتبہ شریفیہ جامعہ اشرف العلوم رشیدی
قصبہ گنگوہ ضلع سہارنپور یوپی (انڈیا)

ملنے کے پتے

مکتبۂ شریفیہ جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ ضلع سہارنپور
دارالکتب الاسلامیہ گنگوہ نزد جامعہ ہذا: 09412508475

فہرست عناوین

2

عرض مرتب

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کارخانۂ دنیا میں انسانوں کا ایک ٹھاٹیں مارتا ہوا سمندر (جمِ غفیر) پیدا فرمایا اور اس میں بسنے والی بہت سی اشیاء کو پیدا فرمایا اور انکی تمام تر ضرورتوں، تقاضوں و مسائل کو مکمل فرمایا ہے، انکی رشد و ہدایت کیلئے حضرات انبیاء ورسل علیہم الصلاۃ والتسلیم کو مبعوث فرمایا، تاکہ وہ انکو قعر مذلت سے نکالکر دائمی عیش وعشرت وجنات نعیم میں داخل کرادیں، حضرات انبیاء کو اس دارِ فانی میں داعی ومبلغ اور بشیر ونذیر بنا کر بھیجا ہے، تاکہ آپکی طرف سے عطا شدہ دین کی مکمل صیانت وحفاظت اور تبلیغ واشاعت ہو سکے، جن ادوار وعصور میں بھی جس طرح کے افراد ورجال کی ضرورت محسوس ہوئی، ویسے ہی افراد اللہ پاک اس دنیا کو عطا فرماتے رہے، زمانۂ ماضی میں بہت طویل عرصہ تک حضرات انبیاء کرام یکے بعد دیگرے تشریف لاتے رہے، دعوت الی اللہ کا کام انجام دیتے رہے اور لوگوں کو اچھی باتوں کا حکم کرتے رہے برائیوں سے دُور رہنے کی تعلیم دیتے رہے، چنانچہ ہر ایک نبی ورسول کو ان صلاحیتوں سے سرفراز کیا گیا، جن سے وہ مدِ مقابل اور اعداءِ دین متین کے ساتھ پنجہ آزمائی کر سکیں اور ان سے نبرد آزما ہو سکیں، بےخوف وخطر انکے سامنے آکر اللہ تعالیٰ کے احکامات کی ترویج واشاعت کر سکیں اور اعلاءِ کلمۃ اللہ کے اہم فریضہ کو صحیح طریقہ سے انجام دیکر قوانینِ الٰہیہ واحکاماتِ ربانیہ کو دنیا کے سامنے پیش کرسکیں۔

حضرات انبیاء کے تمام ادوار وعُصور گذرنے کے بعد جب تاجدارِ مدینہ

سرکارِ دو عالم ﷺ کا ورود مسعود ہوا تو اللہ پاک نے آپ کو شریعتِ مطہرہ بیضا ہم آہنگ فرمایا، آپکو بے پناہ اوصاف وکمالات عطا فرمائے آپکو جوامع الکلم سے نوازا گیا ارشاد نبوی ہے **اعطیت جوامع الکلم** الفاظ مختصر معانی کا بحر بیکراں، آپ کا خطاب بہت ہی جامع ہوا کرتا تھا انکے علاوہ اور بھی بہت سے کمالات سے نوازا گیا تھا، جیسا کہ باری تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ''یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِداً وَّمُبَشِّراً وَّنَذِیْراً وَّدَاعِیاً اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجاً مُّنِیْراً '' اے نبی ہم نے آپکو شاہد، مبشر، نذیر اور داعی الی اللہ اور سراج منیر بنا کر مبعوث کیا ہے۔

ایسے ہی حضراتِ صحابہ جو آپؐ کے سچے عشاق تھے، آپکے اشاروں پر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنیوالے تھے، ان میں بھی مختلف مزاج، مختلف ذوق، مختلف طبیعت، مختلف صلاحیت، مختلف استعداد رکھنے والے افراد ورجال تھے، کوئی مفسرِ قرآن، کوئی محدثِ دوراں، کوئی امام الفقہاء، کوئی مفکرِ اسلام، کوئی داعی ومبلغ، کوئی میدانِ جہاد کا شہسوار، کوئی تصوف کے اعلیٰ مقام پر فائز، کوئی علم وحکمت کا امام، کوئی خطیب دوراں۔

غرضیکہ امتِ مسلمہ کو جب بھی جیسے افراد کی ضروت واقع ہوئی، ویسے ہی اللہ پاک مہیا فرماتے گئے، کیونکہ اللہ پاک کو اپنا دین تمام مذاہبِ عالم پر غالب کرنا تھا، باقی رکھنا تھا، ارشادی باری تعالیٰ ہے: ''ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ '' کیسا بھی مصائب اور پریشانی کا دور آیا لیکن ان سچے عشاق نے بے پناہ صبر واستقامت کا مظاہرہ فرمایا، کبھی انکے

قدموں میں جنبش نہ ہوئی، تاریخ شاہد ہے کہ حضرات سلف صالحین، مفسرین، محدثین، فقہاء، متکلمین، واعظین، خطباء، صوفیاء، اتقیاء وابرار، اولیاء اللہ نے کتنی تنگی و پریشانیوں اور دشواریوں کے اوقات گذارے ہیں، وہ حضرات عزم وہمت اور استقامت کے پہاڑ بن کر تمام مصائب ومشکلات کا سامنا کرتے رہے، باطل جس صورت میں بھی سامنے آیا، ان خدا کے فرماں بردار بندوں نے اسی صورت میں آکر اسکیپڈ ھ کی رہڈی توڑکر رکھدی اور اسکے دانتوں کو کھٹا کردیا، یہاں تک کہ اسکو زیر ہونا پڑا، اگر قلم کے ذریعہ جواب دینے کی ضرورت پڑی تو ان حضرات نے کتابوں کے بڑے بڑے کتب خانے قائم کر دیئے، ہر فن وموضوع کے اندر بڑا ذخیرہ جمع فرمادیا، اگر تقریر، خطابت اور مناظروں کے ذریعہ جواب دینے اور رد کرنے کی ضرورت پڑی تو اللہ پاک نے ایسے ہی افراد کو پیدا فرمادیا، یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ خطابت کا ملکہ مل جانا، جسکے ذریعہ شریعتِ اسلامیہ کے نفاذ اور نشر واشاعت کی نیت ہو اور دوسرے لوگ اس شخصیت کی باتوں سے متأثر ہوں، یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام اور اسکا فضل عظیم ہے، اللہ پاک جس مؤمن مخلص بندے کو عطا فرمادے، یہ اس کیلئے عین سعادتِ عظمیٰ ہے۔

زیر نظر کتاب ''خطباتِ سیف اللہ'' جو آپکے ہاتھوں میں ہے، یہ بھی انہیں شخصیاتِ بارزہ، مشہورہ ومعروفہ کی ایک کڑی کی منہ بولتی تصویر ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت الاستاذ، عالم جلیل، محدث کبیر، مفسر عظیم، فقیہ نبیل، عارف باللہ خطیب دوراں حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم کو بہت سے علوم ومعارف سے سرفراز فرمایا ہے، جہاں آپ ایک بہترین قلم کار، بہترین مصنف

ومؤلف، بہترین فتاویٰ نویس اور راہِ سلوک میں بہت اونچے مقام پر فائز ومتمکن ہیں، وہیں اللہ پاک نے آپ کو بہترین اندازِ بیاں بھی عطا فرمایا ہے، آپ کا خطاب بڑا ہی روح پرور ہوتا ہے، گویا آپ کا خطاب مخلصانہ ومفکرانہ، مفیدِ خاص وعام اور وافر معلومات کا بہترین مجموعہ ہوا کرتا ہے، سنجیدگی ومتانت اور کشش ودلچسپی بھی آپ کے خطاب کا ایک حصہ ہے، جس سے دل کی کیفیت بدل جاتی ہے، **اللھم زد فزد۔**

استاذ العلماء، فانی فی اللہ وفانی فی الرسول ؐ، اخلاقِ حسنہ وفاضلہ کے مرکز ومنبع، اخلاص وللّٰہیت کے پہاڑ، زہد وورع کے امام، جامع الاوصاف والکمالات، منبع الفیوض والبرکات **''حضرت مولانا الحاج قاری شریف احمد صاحب نوراللہ مرقدہ بانی جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ والد گرامی صاحب خطبات''** بار ہا اپنی مخصوص دعاؤں میں فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ میرے بیٹے مفتی خالد سیف اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ کے خطاب میں وہ اثر پیدا فرما جو آپ نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو عطا فرمایا تھا۔

چنانچہ راقم الحروف کو حضرت الاستاذ مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب کے ساتھ سفر میں جانے کا موقع ہوتا رہا تو حضرتؒ واپسی پر سفر کی پوری تفصیل معلوم فرمایا کرتے تھے، ایسے ہی اپنے ادارہ کے تمام اساتذہ وطلبہ کیلئے دعا فرمایا کرتے تھے، سوچنے کی بات ہے کہ جس اللہ کے سچے عاشق کی عمومی دعاء اتنی زیادہ ہو تو اسکی خصوصی دعاء کا کیا حال ہوگا، اللہ رب العزت اپنے ولی اور دوست کی دعاء کیسے ٹھکرا سکتا ہے جبکہ کسی کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے ''مَـنْ

كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ'' یہ مقولہ اسی بات کی عکاسی کرتا ہے۔

صاحب خطبات حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب قاسمی کو اللہ پاک نے راہِ سلوک میں مقامِ رفیع عطا فرمایا ہے، آپ شیخ کامل، محبّ رسول ؐ عارف باللہ شیخ المشائخ جامع شریعت وطریقت حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاپگڈھی رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ کے صحبت یافتہ ہیں، جنکے بارے میں عرب وعجم کے محبوب، مفکر اسلام **حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ** یوں فرماتے ہیں: کہ آپ ''سندانِ عشق اور'' جامِ شریعت'' کے بجا طور پر مصداق حضرت مولانا محمد احمد صاحب پھولپوریؒ ہیں، انکی تعلیم ایسے ہی عالم جلیل، محققِ کبیر راہِ سلوک کے شہسوار جناب حضرت مولانا شاہ قمرالزمان صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم سے خلافت یافتہ ہیں، واقفِ اسرارِ حقیقت حضرت شیخ آصف حسین صاحب فاروقی نقشبندی مقیم حال برطانیہ (انگلینڈ) نیز حضرت مولانا سید محمود صاحب (خلیفہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ) سے بھی بیعت وخلافت حاصل ہے۔

اتنے بڑے بڑے اولیاء واتقیاء وابرار کی نظر شفقت جس بندۂ خدا پر ہوں اور خود بھی اسکی عملی زندگی اتنی پاکیزہ ہو کہ تقویٰ وطہارت، اخلاص وللّٰہیت، زہد وورع انکی زندگی کا اہم پہلو ہو تو اسکی تمام تر کاوشوں اور درس وتدریس وبیان خطابت کا کیا حال ہوگا، ان سب امور مہمہ کے ساتھ ساتھ آپ جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ کے تمام امور پر گہری نظر رکھتے ہیں، اساتذہ وطلبہ کی نگرانی اور پورے ادارہ کا انتظام انصرام آپ بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں اطال اللہ بقاہ۔

''خطباتِ سیف اللہ'' منظر عام پر آرہی ہے، جن مخلص دوستوں نے اس کارِ خیر میں حصہ لیا ہے، اللہ پاک انکو جزائے خیر عطا فرمائے، راقم السطور نے اس کتاب کی ترتیب کے امور کو طے کیا ہے، جو سات مختلف موضوعات پر مشتمل ہے، اللہ تعالیٰ اس عملِ قلیل کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے اور مزید نیک کاموں کی توفیق بخشے۔

''خطباتِ سیف اللہ'' کے اندر حضرت مفتی صاحب زیدمجدہ کی ان تقاریر کو جمع کیا گیا ہے جو آپ نے مختلف جلسوں و پروگراموں میں کی ہیں، تاکہ ان سے افادۂ عام ہوسکے اور ہر شخص ان سے بآسانی استفادہ کرسکے۔

بندہ کی یہ پہلی کاوش ہے، اگر کہیں کسی جگہ بھول چوک ہوگئی ہو تو متنبہ ومطلع فرمائیں، بندہ آپ حضرات سے حوصلہ افزائی کا خواہشمند ہے، تاکہ آئندہ دینی وعلمی اور عملی کام کرنے میں معین ومددگار ثابت ہو، اللہ پاک ان خطبات کو اپنی بارگاہِ عظیم میں خوب قبول فرمائے، آمین یارب العٰلمین۔

عبدالواجد عفا اللہ عنہ
خادمِ تدریس جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ، سہارنپور یوپی (انڈیا)
١٥/٣/١٤٣٤ھ

حمد

نام تیرا میرے دل کی ہے دوا

حمد تیری اے خدائے لم یزل ہے یہ اپنی زندگی کا ماحصل

توہی خالق تو ہی خلاق ہے تو ہی رب انفس وآفاق ہے

تیری قدرت کی نہیں کچھ انتہا شکر تیرا کیا کسی سے ہو ادا

یا علیم یا سمیع یا بصیر تو ہی قادر اور تو ہی ہے خبیر

نام تیرا میرے دل کی ہے دوا ذکر تیرا روح کی میری شفا

یہ زمین و آسماں شمس و قمر دیتے ہیں سب ذات کی تیری خبر

تو ہی مالک تو ہی رب العالمیں تیرے در پر جھکتی ہے سب کی جبیں

شان تیری کون سمجھے گا بھلا ابتدا تو ہی ہے تو ہی انتہا

تو ہی ہے مقصود تو ہی مدعا جان ودل کرتا ہوں میں تجھ پر فدا

کید سے شیطان کے یا رب چھڑا اور شرورِ نفس سے مجھ کو بچا

یا الٰہی مجھ کو اب اپنا بنا کر لے تو مقبول احمد کی دعا

8

پہلا خطاب

خیرامت
اوراس کی ذمہ داریاں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَ نُؤْمِنُ بِہٖ وَ نَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَآتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. اَمَّابَعْدُ:

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ[1] صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْم.

بزرگانِ محترم، برادرانِ اسلام! بڑی خوشی ومسرت کا مقام ہے کہ آپ حضرات اپنی بہت زیادہ مصروفیت ومشغولیت کے باوجود اتنی بڑی تعداد میں یہاں جمع ہوئے ہیں اور علماءِ کرام، خطبائے عظام اور قائدینِ ملت سے اپنا والہانہ ومخلصانہ اور عقیدتمندانہ تعلق برقرار رکھے ہوئے ہیں، یہ

۱؎ (سورۂ آل عمران/پارہ ۴/رکوع ۱۲/آیت ۳۱)

آپ حضرات کا دین کے ساتھ محبت اور لگاؤ کا واضح ثبوت وحق تعالیٰ کا فضل اور ہماری خوش بختی و نیک نامی اور سعادت مندی کی واضح دلیل ہے، حق تعالیٰ ہمارے یہاں جمع ہونے کو بیحد قبول فرمائے۔

جب سے اس دنیا کا نظام وجود میں آیا ہے، اسی وقت سے دنیا کے اندر ایسے لوگ بھی رہے ہیں کہ جو امت کا درد اپنے سینوں میں رکھتے ہیں اور یہ بات برحق ہے کہ جب دل کے درد کے ساتھ کوئی بات کہی جاتی ہے تو اسکا اثر بہت زیادہ ہوتا ہے جیسا کہ شاعر اسلام علامہ اقبالؒ نے کیا خوب کہا ہے:

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پَر نہیں طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے

جولوگ دین دار ہوتے ہیں، انکو امت کے اندر کوئی بگاڑ ہوتا دیکھ کر بہت زیادہ درد ہوتا ہے اور وہ اس بگاڑ کو ختم کرنے کی پوری پوری کوشش کرتے ہیں، چنانچہ انسانیت کا سب سے زیادہ درد حضرات انبیاء علیہم السلام کو ہوتا ہے، انبیاء سے بڑھ کر انسانیت کیلئے درد وفکر رکھنے والا کوئی انسان نہیں ہوسکتا، انکے درد وفکر کی وجہ یہ ہے کہ انکو اپنی امت سے اتنا تعلق اور لگاؤ ہوتا ہے کہ کسی بھی انسان کیلئے اسکا تصور بھی ممکن نہیں ہے۔

تمام انبیاء کو اپنی اقوام اور اپنی ملتوں کے ساتھ وہ محبت وتعلق ہوتا ہے کہ جو دنیا میں کسی کو نہیں ہوتا، ہر نبی کی یہی شان ہے کہ اپنی امت کے غم میں وہ فنا ہوتا ہے، تمام انبیاء کی داستانوں، انکی زندگیوں، انکی تاریخوں اور انکے

واقعات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ انکو اپنی امت اور اپنی قوم کے ساتھ جذباتی اور والہانہ تعلق تھا۔

حضرت نوح علیہ السلام کی سیرت کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی امت کیلئے کس قدر درد وغم لئے ہوئے تھے اور انکو ہدایت پر لانے کیلئے انکی کتنی زبردست قربانیاں تھیں، قوم نے انکی زبردست مخالفت کی مگر پھر بھی وہ انکو ہدایت پر لانے کی بہت کوشش کرتے رہے، حضرت شعیب علیہ السلام کی سیرت کا مطالعہ کیجئے، قرآن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درد وفکر اور تڑپ کے کتنے واقعات مذکور ہیں، ہر جگہ اپنی قوم کے ساتھ انکا والہانہ اور جذباتی تعلق نظر آئیگا، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کا مطالعہ کیجئے۔

تمام ہی انبیاء اس معاملے میں شریک اور حساس نظر آتے ہیں، یہاں تک کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں کی طرف مبعوث ہوئے، جیسا کہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا **وَمَآ أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَآفَّةً لِلنَّاسِ بَشِيراً وَّنَذِيراً** [۱] آپ تمام دنیا کی طرف مبعوث ہوئے تھے، دنیا کا کوئی بھی انسان آپکی نبوت و رسالت سے باہر نہیں جاسکتا اور باہر نکل کر کامیاب بھی نہیں ہوسکتا، دنیا کا کوئی بھی انسان خواہ وہ کسی ملک کا رہنے والا ہو، کسی زبان کا بولنے والا ہو، کسی تہذیب وکلچر کو ماننے والا ہو، کسی بھی حسب ونسب کا ہو، اسکا فکر کچھ

[۱] سورۂ سباء پارہ ۲۲

بھی ہو اور معاملات کچھ بھی ہوں، چاہے وہ یہودی وعیسائی یا غیر مسلم ہو، کسی بھی جگہ بسنے والا ہو، اسکو آپ کی نبوت کا اقرار کرنا پڑیگا، آپکی لائی ہوئی شریعت پر عمل کرنا پڑیگا اور وہ شخص آپکی نبوت و رسالت سے باہر نہیں جاسکتا، کیونکہ اسی میں کامیابی وکامرانی ہے۔

اگر کوئی شخص چاند پر جاکر بسیرا کرلے تو اسکو بھی آپکی نبوت و رسالت کا اقرار کرنا پڑیگا، آج کی سائنس شور مچارہی ہے کہ زمین چھوٹی پڑ رہی ہے آدمی چاند پر جارہا ہے، حالانکہ حق تعالیٰ تو فرماتے ہیں'' **أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا** '' [۱] کیا اللہ کی زمین کشادہ و وسیع نہیں کہ اسمیں ہجرت کرسکو؟۔

اللہ پاک کی رزاقیت عام وتام ہے

اللہ پاک نے اپنی زمین کو اتنا وسیع بنایا کہ جتنے انسان اس وقت ہیں، اگر اس سے سوگنا تعداد میں انسان ایک وقت کے اندر موجود ہوجائیں تو بھی اللہ پاک کی سرزمین میں کوئی تنگی نہیں آسکتی اور نہ ہی کوئی مسئلہ کھڑا ہوگا، اللہ تعالیٰ کی رزّاقیت میں کوئی کمی نہیں آئے گی، دنیا میں بیک وقت چاہے کتنے ہی انسان جمع ہوجائیں، حق تعالیٰ تمام انسانوں کو اسی طرح کھلاتے پلاتے رہیں گے، جس طرح آج کھلا پلا رہے ہیں اور اللہ رب العزت کے خزانے میں کچھ بھی کمی نہیں آسکتی: حدیث قدسی ہے: **یاعبادی لوان اولکم**

[۱] سورۂ نساء پارہ ۵ آیت ۹۷

وآخرکم واَنسکم وجِنَّکُم قاموا فی صعیدواحد فسألونی فأعطیت کل انسان مسألته ما نقص ذلک مماعندی الا کماینقص المخیط اذاأدخل البحر . ریاض الصالحین، ص/ ٦٥

اے میرے بندو! تم سارے اگلے پچھلے آدمی اور جنات ایک ہموار میدان میں جمع ہوکر اپنی ضروریات کے بارے میں مطالبہ کریں اور میں سب ہی کی ضروریات پوری کروں تب بھی میرے خزانہ میں اتنی بھی کمی نہ ہو گی جتنی سمندر میں ڈالی ہوئی سوئی پر لگی ہوئی تری سے ہوتی ہے۔

اللہ پاک کے خزانے غیر محدود ہیں

ارشاد عالی ہے: **وَلِلّٰہِ خَزَائِنُ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْض** الخ آسمان وزمین کے تمام تر خزانے اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں، ایک جگہ ارشاد فرمایا: **وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا** الخ (پارہ/۱۳/رکوع/۱۷)۔

اللہ پاک کے خزانے اتنے لبریز اور اتنے بھرے ہوئے ہیں کہ وہ رات دن مسلسل خرچ فرما رہے ہیں، حق تعالیٰ اپنی نعمتوں کو بے تحاشا بہا رہے ہیں، ہر اعتبار سے نعمتیں مل رہی ہیں، انسان انکو استعمال کر رہا ہے، باغات میں پھل دیکھئے، غلّہ جات دیکھئے، اللہ کی قدرت کا نظارہ دیکھئے کہ اسکی رحمت وبرکت سے رزق بہت زیادہ ہے، قسم قسم کے غلہ جات، قسم قسم کے لباس، قسم قسم کے مکانات اور عیش وآرام کے وہ اسباب جو بڑے بڑے بادشاہوں کے خواب وخیال میں بھی نہ آئے ہونگے، ایسی ایسی چیزیں اللہ کے پاس موجود ہیں۔

11

انسان بہت ہی ناشکرا ہے

آج ہماری حالت یہ ہے اگر کوئی ہم سے پوچھتا ہے کہ سناؤ جی کام کیسا چل رہا ہے؟ تو جواب ملتا ہے کہ بس جی گزارہ ہو رہا ہے! حالانکہ یہ بات وہ آدمی کر رہا ہوتا ہے، جسکی کئی دکانیں ہیں، کئی مکانات ہیں، جو خود بھی کھاتا پیتا ہے، صاحبِ ثروت ہے، اسکے باجود اسکے پاس لاکھوں کی تعداد میں بہت زیادہ مال پڑا ہوتا ہے، لاکھوں کی جائیداد کا مالک ہے، حالانکہ اسکی زبان چھوٹی ہوگئی، اس زبان سے اللہ رب العزت کی تعریف ادا کیوں نہیں ہوتی، اگر کوئی لیڈر یا وزیر تمہارے بچے کی نوکری لگوادے تو جگہ جگہ اسکی تعریفیں کرتے پھرتے ہو کہ فلاں نے میرے بیٹے کی نوکری لگوادی فلاں آدمی نے میرا فلاں مسئلہ حل کرادیا چنانچہ اسکے ترانے گاتا پھرتا ہے۔

سوچنے کی بات ہے کہ ایک انسان نے تمہارے اوپر چھوٹا سا احسان کیا اور تم اسکے اتنے احسان مند ہوتے ہو، تمہارے پروردگار کے تم پر کتنے احسانات ہیں مگر تم اسکے احسانات کی تعریف نہیں کرتے، اگر کوئی تم سے تمہارے حال چال کے بارے میں معلوم کرتا ہے تو تم اسکے جواب میں کہتے ہو کہ بس جی گزارہ ہو رہا ہے، حالانکہ تمہیں یہ کہنا چاہئے تھا کہ میرے مولیٰ کا کرم ہے، میری اوقات اور میری حیثیت اتنی نہیں تھی، جتنا رب کریم نے مجھے عطا کردیا، میں تو اس قابل نہ تھا، میں پروردگار کا کن الفاظ سے شکرادا کروں۔

میرے دوستو!

ہم اپنے رب کے گن گایا کریں اور کہا کریں کہ پروردگار نے مجھ پر اتنا کرم کیا کہ یقیناً میں اس قابل نہ تھا، میں تو ساری زندگی سجدے میں پڑا رہوں تو بھی اس مالک کا شکر ادا نہیں کرسکتا، اگر میں ساری زندگی اسکی عبادت میں گذاروں تو پھر بھی اسکا حق ادا نہیں کرسکتا، ہمیں چاہئے کہ ہم اس قسم کا جواب دیں، جس سے پروردگار کی عظمتیں ظاہر ہوں، اسکی تعریفیں ہوں کہ پروردگار نے ہم پر کتنے احسانات کئے، ہمیں شکر ادا کرنے کا سبق دوبارہ پڑھنے کی ضرورت ہے، آپ غور کریں گے تو آپکو اپنے اردگرد کتنی ہی نعمتیں ایسی نظر آئیں گی کہ آپ خود ہی کہیں گے کہ رب کریم کے مجھ پر کتنے احسانات ہیں، میں تو اسکا شکر بھی ادا نہیں کرسکتا۔

ربِ کریم نے ہم کو کتنی نعمتیں عطا کیں کہ آج ہم دنیا کے اندر عزت بھری زندگی گذار رہے ہیں حق تعالیٰ نے اپنی نعمت کی تبدیلی اور نا قدری کرنے والوں کے متعلق اپنے سخت ترین غصہ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: **وَمَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَاجَآئَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَاب** اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اپنے پاس آنے کے بعد بدل ڈالے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے سخت عذاب والے ہیں۔

حقیقت ہے کہ ربِ کریم نے ہمیں چھپائے رکھا ہے، یہ پروردگار کا کتنا بڑا کرم ہے، جو ہم عزتوں کی زندگی گذارتے پھرتے ہیں، یہ مولیٰ کی

صفتِ ستاری کا صدقہ ہے، اگر پروردگار اپنی ستاری اور پردۂ رحمت کی چادر ہم پر نہ پھیلاتا تو ہمارے عیب لوگوں کے سامنے کھل جاتے اور ہمارے اندر کے جذبات کو اگر مجسم کر کے لوگوں کے سامنے پیش کردیا جاتا تو ہم ندامت سے چہرہ نہ دکھا سکتے اور سوچتے کہ ہمارے اندر کی کیفیتیں کیا ہیں اور لوگ ہمیں کتنا اچھا سمجھتے ہیں، یہ جو عزتوں کی زندگی گذارتے پھرتے ہیں، یہ بھی تو مولیٰ کا کرم ہے کہ پروردگار نے ہمارے عیبوں پر پردہ ڈالدیا اور ہماری اچھی باتوں کو لوگوں کے سامنے پھیلادیا اور بری باتوں کو چھپادیا کہ آج لوگ ہماری تعریفیں کررہے ہیں ہم کو اچھا سمجھ رہے ہیں۔

ناشکری اللہ پاک کو پسند نہیں ہے

گذشتہ زمانے کا بڑے سے بڑا بادشاہ جن نعمتوں کو خیال میں بھی نہ لایا ہوگا، آج وہ نعمتیں ادنیٰ سے ادنیٰ انسان استعمال کررہا ہے لیکن انسان ناشکرا بنا ہوا ہے، اتنی نعمتوں کے استعمال کے بعد بھی انسان ناشکری کرتا ہے، حالانکہ حق تعالیٰ ناشکری کو پسند نہیں فرماتے اور ناشکروں کو تباہ و برباد کردیتے ہیں، گزشتہ اقوام کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیجئے کہ ناشکروں پر بڑے بڑے عذابات آئے اور انکو تباہ و برباد کردیا گیا۔

اللہ پاک نے قرآنِ کریم میں قومِ سبا کا واقعہ بیان فرمایا ہے کہ انکے پاس باغات تھے، دائیں بھی باغات اور بائیں بھی باغات، مسافروں کو

ہر وقت پھل ملا کرتے تھے، سفر میں کوئی دقت و پریشانی نہیں ہوتی تھی مگر قومِ سباء نے اس نعمتِ عظمیٰ کی ناشکری کی، جسکی وجہ سے اللہ نے ان پر اپنا عذاب نازل کر دیا اور انکو اپنی ناشکری کی وجہ سے اس نعمت سے محروم ہونا پڑا، اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں: لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ جَنَّتَانِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ كُلُوا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ۔

ترجمہ: قوم سباء کی بستی میں نشانی تھی، دو باغ دائیں اور بائیں جانب کھاؤ روزی اپنے پروردگار کی اور اسکا شکر کرو پاکیزہ شہر ہے اور رب گناہ بخشنے والا ہے۔

اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے

اے انسان!

تو اس دنیا کے اندر شاندار قسم کی نعمتیں استعمال کر رہا ہے، قسم قسم کے مشروبات استعمال کر رہا ہے، اللہ نے تجھ کو ایسی ایسی چیزیں عطا کر رکھی ہیں کہ جنکے بارے میں تیرے باپ داداؤں نے بھی نہ سوچا ہوگا لیکن کیا تجھے کبھی شکر کی توفیق ہوئی ہے؟ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہر نعمت کے بارے میں سوال کریں گے اور پوچھیں گے کہ یہ نعمت کہاں سے حاصل کی اور کہاں خرچ کی۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے وقت گھر سے نکلے، جب آپ گھر سے نکلے تو اسی وقت سیدنا حضرت ابوبکر و عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی اپنے اپنے گھروں سے نکلے، ان دونوں کو دیکھ کر آپؐ نے فرمایا کہ تم دونوں آج بے وقت گھر سے کیوں نکل آئے؟ صدیقِ اکبرؓ نے کہا کہ ہم لوگ آپکی زیارت و ملاقات کیلئے گھر سے نکلے ہیں اور حضرت عمرؓ نے کہا کہ اے اللہ کے رسولؐ ہم بھوک کی وجہ سے پریشان ہیں، اسی بھوک کی بیتابی نے ہمیں گھروں سے نکلنے پر مجبور کیا ہے۔

اسکے بعد آپ نے دونوں سے فرمایا کہ اچھا تم دونوں میرے ساتھ چلو، آپؐ دونوں کو ساتھ لیکر ایک انصاری صحابی کے گھر تشریف لے گئے، اتفاق سے ایسا ہوا کہ وہ انصاری صحابی گھر پر موجود نہ تھے، انکی بیوی نے آپ کو دیکھ کر خوش آمدید کہا، آپ نے کہا کہ تمہارے خاوند کہاں ہیں؟ اہلیہ نے جواب دیا کہ وہ پانی بھرنے کیلئے گئے ہوئے ہیں۔

اسی دوران وہ انصاری صحابی بھی تشریف لے آئے، ان عظیم ترین مہمانوں کو دیکھ کر انکا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا، ان انصاری صحابی نے بہت ہی زیادہ خوشی میں فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں، آج اس روئے زمین پر مجھ سے زیادہ خوش نصیب میزبان کوئی نہیں ہوسکتا، آج اس روئے زمین پر سب سے زیادہ معزز ترین مہمان میرے غریب کدہ میں تشریف فرما ہیں اور یہ حقیقت بھی تھی بھلا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے صحابہ سے بڑھکر

کون معزز و مکرم ہوسکتا ہے۔

پھر ان انصاری صحابی نے کچھ کھجور کے خوشے پیش کئے، جن میں کچی پکی ہر قسم کی کھجوریں تھیں اور ایک بکری ذبح کر کے آپکی خدمت میں لائے، آپؐ اور آپکے ساتھیوں نے انکو تناول فرمایا، اسکے بعد آپ نے فرمایا کہ قسم ہے اس پاک ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے، تم سے ان نعمتوں کے بارے میں سوال ہوگا، تم بھوک کی پریشانی کی وجہ سے اپنے گھروں سے نکلے تھے اور اللہ نے تمہیں سیراب فرمادیا[۱]۔

عزیز دوستو!

اس حدیث سے اندازہ لگائیے کہ انسان سے قیامت میں ہر چیز کے بارے میں سوال ہوگا، جو مزیدار قسم کا کھانا کھایا جاتا ہے، اسکے بارے میں بھی پوچھ تاچھ ہوگی، قسم قسم کے مشروبات جو انسان کو فرحت بخشتے ہیں، انکے بارے میں بھی سوال ہوگا، انسان ٹھنڈا شاندار قسم کا صاف ستھرا پانی، شاندار قسم کی روٹیاں اور بہترین قسم کے سالن استعمال کررہا ہے، طرح طرح کی چیزیں استعمال کر رہا ہے لیکن ناشکری کرتا ہے، جبکہ اللہ پاک بار بار شکر کی تاکید فرمارہے ہیں ''اِعْمَلُوْا آلَ دَاوٗدَ شُكْرًا وَّ قَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ''[۲]۔

اے آلِ داؤد اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرو اور میرے شکر گذار بندے

---

[۱] ترمذی شریف ۲/ [۲] سورۂ سباء/ پارہ ۲۲/ آیت ۱۳

بہت کم ہیں، شکر اتنی اہم چیز ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو خصوصیت کے ساتھ شکر کا حکم دیا گیا، اس سے شکر کی خاص اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

میرے بزرگو اور دوستو!

ہمیں اللہ کی نعمتوں کی قدر کرنی چاہئے، اللہ پاک نے ہمیں کتنی نعمتیں دیں اور سب سے بڑا احسان یہ کیا کہ اپنے سب سے پیارے ولاڈلے نبی کی امت میں ایمان کے ساتھ پیدا فرمایا، یہ بہت بڑی چیز ہے، یہ اللہ رب العزت کی اتنی بڑی نعمت ہے کہ اگر ہم اسکا شکر ادا کرنا چاہیں تو ادا نہیں کرسکتے، دنیا میں وہ لوگ بھی ہیں کہ جو اس امت میں پیدا ہوئے مگر انکو کفر کا ماحول ملا، انکے ماں باپ نے انہیں یہود و نصاری اور کافر بنادیا، ہمیں اللہ رب العزت نے ایسے ماں باپ کے گھر میں پیدا کیا کہ جب ہم چھوٹے تھے اور ماں ہم کو دودھ پلاتی تھی تو اللہ کا ذکر کرتی تھی، اسکی تسبیح بیان کرتی تھی، ہم ناسمجھ تھے تو ہماری ماں ہم سے اللہ اللہ کے لفظ کے ساتھ باتیں کرتی تھی۔

انہیں ماں باپ نے ہمارے ایک کان میں اذان اور دوسرے میں اقامت دلوائی، ہم اپنے خالق و مالک کو پہچانتے بھی نہ تھے کہ ان ماں باپ کی برکت سے ہمارے کانوں میں اس وقت پروردگار کا نام پہنچا، یہ اللہ رب العزت کی کتنی بڑی نعمت ہے، پھر جب ہم چلنے کے قابل ہوئے، ابھی بچپن ہی تھا، دوست و دشمن کی تمیز نہ تھی، نفع ونقصان کا اندازہ نہ تھا تو ہمارے والد انگلی پکڑ کر مسجد کی طرف لیکر جاتے تھے۔

یہ اللہ رب العزت کی بہت بڑی نعمت ہے، ہم جو آج مسلمان بیٹھے ہیں، معلوم نہیں کہ اس میں کتنے لوگوں کی محنت کا دخل ہے، اللہ رب العزت کی ہم کتنی نعمتیں برسیں کہ اس نے ہمیں ایمان کی دولت سے نواز کر اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں پیدا فرمایا، ہمارے اوپر جسمانی نعمتیں بھی بہت زیادہ ہیں، پروردگارِ عالم نے ہمیں صحیح سلامت جسم کے ساتھ پیدا کیا ہے، اگر وہ چاہتا تو ہمیں کسی عذر کے ساتھ پیدا کرسکتا تھا، کسی مرض کے ساتھ پیدا کرسکتا تھا، ہمیں جو صحیح سلامت جسم نصیب ہوا، یہ پروردگار کی بہت بڑی نعمت ہے۔

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ہیں، ہمیں اسکی قدر نہیں، حالانکہ بعض انبیاء کرام اسکی تمنا لیکر رخصت ہوگئے کہ اے کاش ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ہوتے، آپ ان چیزوں کو معمولی سمجھتے ہیں آپ سمجھتے ہیں کہ یہ دینی فضا ویسے ہی قائم ہوگئی؟ آپ جو اس شکل وصورت اور اس لباس کے ساتھ اس نورانی ماحول میں بیٹھے ہوئے ہیں، کیا یہ دینی ماحول اسی طرح تیار تھا اور ہم اچانک ایسے ماحول کے اندر آگئے؟ نہیں بلکہ اس میں اسلاف کی قربانیوں کو بہت بڑا دخل ہے۔

تبلیغ دین میں صحابہ اور سلف صالحین کی بڑی قربانیاں ہیں

اس ماحول کو تیار کرنے کیلئے کتنے انبیاء وصحابہ کرام نے محنتیں کیں پھر

تابعین ومحدثین، مفسرین وفقہاء، صوفیاء وعارفین، کاملین ومبلغین اور علماء وصلحاء میں سے ہر ایک نے محنت کی، کسی نے تصنیفی، کسی نے خانقاہی، کسی نے مدرسوں کی اور کسی نے دعوت وتبلیغ کی محنت کی، یہ فضاء جو اسوقت ہمارے سامنے ہے، کروڑوں انسانوں کی محنتوں کا نتیجہ ہے، اگر وہ اکابر ہماری طرح سست اور کاہل ہوتے، ہماری طرح بزدل ہوتے تو اس وقت ہم اس شکل وصورت اور اس لباس میں نہ ہوتے، یہ ہمارے بزرگوں اور اسلاف کی محنتیں ہیں، ہماری محنت کا تو ابھی آغاز بھی نہیں ہوا، ہمیں تو پکی پکائی روٹی اور تیار مال مل گیا ہے۔

اگر آپ حضرات کتابوں کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ تبلیغِ دین کی خاطر اسلاف نے کتنی قربانیاں دی ہیں، اس تبلیغِ دین کی خاطر امام اعظم ابوحنیفہؒ کا جنازہ جیل خانہ سے اٹھا، امام مالک کو وقت کے حاکموں کی ہاں میں ہاں نہ ملانے کی وجہ سے بہت زیادہ ستایا گیا، آپکی ننگی کمر پر انتہائی درندگی اور حیوانیت کے ساتھ ستر کوڑے مارے گئے، آپکے ہاتھ اس قدر مضبوطی کے ساتھ باندھ دیئے گئے کہ ہاتھ کندھوں سے الگ ہوگئے، پھر اونٹ پر بٹھا کر ایک مجرم کی حیثیت سے پورے شہر میں گھمایا گیا مگر امام مالکؒ اس حالت میں بھی تبلیغِ دین کرتے رہے، آپؒ بلند آواز سے کہتے جاتے تھے کہ ’’جو مجھے پہچانتا ہے، وہ تو پہچانتا ہی ہے اور جو نہیں پہچانتا وہ بھی پہچان لے، میں مالک ابن انس ہوں ’’میرا جو فتویٰ کل تھا، آج بھی میرا وہی فتویٰ ہے‘‘۔

امام احمد ابن حنبلؒ پر قرآن کریم کے مسئلہ میں مامون، معتصم اور واثق ان تینوں بادشاہوں کے زمانے میں ظلم وستم کے پہاڑ توڑے گئے، آپکو ظلم و ستم کی چکی میں پیسا گیا، کبھی آپکو بیڑیوں، ہتھکڑیوں اور بھاری زنجیروں میں جکڑا گیا اور کبھی مصیبت اور تنہائی کی قید میں رکھا گیا، جلاد آپکی ننگی کمر پر انتہائی درندگی اور حیوانیت کے ساتھ کوڑے مارتے مگر آپ اف تک نہ کرتے تھے، راوی کا بیان ہے کہ آپکی کمر پر جس قدر شدت اور سختی کے ساتھ کوڑے مارے گئے، اگر کسی ہاتھی کی پیٹھ پر مارے جاتے تو بلبلا اٹھتا مگر تعجب ہے امام احمد ابن حنبلؒ پر کہ آپ انکے تمام ظلم وستم برداشت کرتے رہے لیکن ذرا بھی ٹس سے مس نہ ہوئے۔

امام احمد ابن حنبلؒ کو دہشت زدہ کرنے کیلئے خلیفہ کے دربار میں دو آدمیوں کی گردن اڑائی گئی مگر اس خوفناک ماحول میں بھی امام صاحبؒ کے اطمینان کا یہ حال تھا کہ امام شافعیؒ کے ایک شاگرد کو دیکھ کر معلوم کرنے لگے کہ "کیا فلاں مسئلہ میں امام شافعیؒ کا قول آپکو یاد ہے" حاضرینِ مجلس اس اطمینان کو دیکھ کر تعجب کرنے لگے، آپ سے دشمنی رکھنے والے ایک درباری احمد بن ابی داؤد نے تعجب سے کہا، اس شخص کو دیکھو، اسے یہاں گردن اڑانے کیلئے لایا گیا ہے مگر یہ فقہی مسائل میں دلچسپی لے رہا ہے، اسی طرح حضرت امام ہمام محمد بن اسماعیل بخاریؒ پر اس وقت کے علماء سوء نے آپ پر

ظلم وستم کے پہاڑ توڑے لیکن انکے سامنے جھکے نہیں، آپ سہتے رہے اور انکا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا، اللہ پاک نے آپکی تصنیف کردہ کتاب الجامع الصحیح روئے زمین پر **اصح الکتب بعد کتا ب الله تعالیٰ** قرار پائی اور بے حد وحساب مقبولیت عامہ وتامہ عطا فرمائی۔

محترم دوستو!

یہ تو میں نے آپکے سامنے چند مثالیں بیان کیں ہیں، آپ انہیں سے اندازہ لگا لیجئے کہ ان اسلاف نے اس دین کو پھیلانے کیلئے کتنی قربانیاں دی ہیں اور کس قدر مشقتیں برداشت کیں ہیں، اگر یہ اسلاف ان مشقتوں اور پریشانیوں کو برداشت نہ کرتے تو یہ دین ہمیں صحیح طریقے سے نہ پہنچتا اور آج ہم مسلمان نہ ہوتے بلکہ کسی گرجا گھر، مندر وغیرہ میں گھنٹی بجاتے ہوئے ہوتے، یا نہ معلوم کہاں ہوتے، یہ ان اسلاف ہی کی محنت ہے کہ آج ہم شکل وصورت کے اعتبار سے بھی مسلمان ہیں اور اخلاق وکردار کے اعتبار سے بھی مسلمان ہیں۔

انبیاء کے بعد قوم کے ہمدرد علماء ہی ہوتے ہیں

الغرض اگر انبیاء کے بعد اس قوم کے مخلص ہوسکتے ہیں تو علماء ہی ہوسکتے ہیں، اسلئے کہ وہ انبیاء کے وارث ہیں اور آپ کی نبوت نے تمام نبوتوں کو مکمل کر دیا، آپ نے اعلان فرمادیا "**انا خاتم النبیین لانَبِیَّ**

بَعْدِی "میرے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے کیونکہ آپؐ سب سے عظیم ہیں اور تمام انبیاء جو تشریف لائے تھے، وہ آپکے میدان کو ہموار کرنے ہی کیلئے تشریف لائے تھے، آپ کیلئے فضاء کو سازگار کرنے ہی کیلئے تشریف لائے تھے، آپؐ سے زیادہ ہمدرد و مخلص، محبّ و مشفق، عابد و زاہد، آپ سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور اللہ پاک کو پہچاننے والا کوئی انسان نہ پہلے پیدا ہوا اور نہ بعد میں پیدا ہوگا، آپؐ پر تمام کمالات کی انتہاء ہوگئی، نبوت کی انتہا کے ساتھ ساتھ تمام کمالات جمع فرمادیئے گئے۔

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم تمام کمالات کا مجموعہ تھے

ہر خیر چھوٹی ہو یا بڑی، ہر سعادت چھوٹی ہو یا بڑی، ہر کمال چاہے اخلاق میں ہو یا عبادات میں، سخاوتوں میں ہو یا حسن و جمال میں، علم و عمل میں ہو یا زہد و تقویٰ میں، شجاعت و بہادری میں ہو یا صبر وضبط اور نظم و نسق وغیرہ میں، غرض یہ کہ آپکی ذات میں ان سب کمالات کو جمع کردیا گیا تھا، آپکے کمالات کی بھی انتہاء ہوگئی۔

آپؐ سے بڑا ہمدرد کوئی نہیں تھا، یہاں تک کے حق تعالیٰ کو بھی فرمانا پڑا ''فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ عَلٰی آثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِیْثِ أَسَفاً''[۱]۔

---

۱ سورۂ کہف پارہ ۱۵

کہ اے لاڈلے شاید امت کے غم میں تو اپنے آپکو ہلاک کرلیگا، ذرا صبر و تحمل اور اعتدال سے کام لو، کہیں ایسا نہ ہو کہ امت کے غم میں آپ خود کو ہلاک کرلو، آپ اپنی امت کو ہر وقت یاد رکھ رہے ہیں "یارب أمتی یارب أمتی" آپکی زبان پر جاری رہتا تھا، ہر وقت امت کے غم میں پریشان رہتے تھے، یہاں تک کہ بہت سی آیات کا نزول ہوا۔

میرے بزرگو!

حضرات انبیاء کا یہ درد آپکو علماء کرام، صوفیاء و محدثینِ عظام اور اہل اللہ میں ملے گا، آپ حضرات کو دین سے لگاؤ اور والہانہ نسبت و تعلق ہے، اسی لئے آپ انکی آواز پر لبیک کہتے ہو اور انکے حکموں کی اطاعت کرتے ہو عالم کے بگاڑ کے ذمہ دار کون کون؟ آج دنیا کے اندر جو بگاڑ ہے، اسکا ذمہ دار بعض لوگ علماء کرام کو قرار دیتے ہیں، حالانکہ یہ بات نہیں، حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ ایک بہت بڑے بزرگ و محدث، مفسر و فقیہ اور مجاہد و عارف باللہ ہیں، حضرت اپنے وطن رائے سے چل کر بغداد تشریف لائے، کونسا بغداد؟ وہ بغداد کہ جس پر آج بھی بمباری ہو رہی ہے، سالہا سال سے بمباری ہوتی چلی آرہی ہے، بغداد شریف پر کتنے زبردست حالات آگئے ہیں؟ بغداد شریف حرمین شریفین اور بیت المقدس کے بعد سب سے مقدس جگہ ہے۔

وہ بغداد شریف؟

جہاں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ جیسا ولیٔ کامل ، امام الفقہاء، رأس الاتقیاء، سراج المحدثین، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور سلسلہ نقشبندیہ کے خواجہ عبدالخالق جیسے عظیم بزرگ اور نہ معلوم کتنے بڑے بڑے حضرات وہاں موجود ہیں، صحابہ وتابعین، محدثین وصوفیاء کی ایک لمبی تاریخ ہے، جو بغداد شریف سے وابستہ ہے، آپ دیکھ رہے ہیں کہ کیسے حالات آرہے ہیں؟ یہ حالات کیوں آئے؟ یہ ہماری کمزوری کی وجہ سے آرہے ہیں، ہمارے اندر جب دین کے جذبات کم ہوگئے، ہم دنیا کے عیش وآرام کے اند رکھو گئے، دنیا کے مال میں فنا ہوگئے، دنیا کی دولتوں کے پیچھے پڑ گئے، عیش وآرام، راحت وٹھاٹ باٹ اور محلات نے ہمیں کاہل وبزدل بنادیا۔

حضراتِ صحابہ کی ایمانی قوت اور ہمارا ضعف

ایمان کا ولولہ، ایمان کی قوت اور وہ طاقت جو حضرات صحابہ کرام کے اندر تھی کہ وہ حضرات جو تین سو تیرہ ہونے کے باوجود ہزاروں کا مقابلہ کرتے تھے، تین ہزار صحابہ لاکھوں کا مقابلہ کرتے تھے، انکے اندر ایمانی طاقت تھی، انکو اللہ پر مکمل یقین تھا، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ محبت تھی، آپؐ پر سب کچھ قربان کردینا ان کیلئے آسان تھا۔

مگر جب ہمارے اندر سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہونے

کا جذبہ نکلتا چلا گیا، ہم ایمان کی حرارت ویقین کی طاقت اور اعمالِ صالحہ کے نور سے محروم ہوتے چلے گئے، خرافات وبدعات، عیش وعیاشی، دولت وعورت کے چکر میں، یہودیوں اور نصرانیوں کی عورتوں کے چکر میں ہم بڑھتے چلے گئے، شراب میں اور برائیوں کے اندر ہم لگتے چلے گئے تو وہ لوگ جو دنیا میں کل تک مسلمانوں کے مفتوح اور محکوم تھے، آج وہ مسلمانوں کے حاکم بن گئے، جو کل مسلمانوں کے سامنے پانی بھرا کرتے تھے، آج مسلمان انکے سامنے پانی بھرنے پر مجبور ہیں۔

کیا بات ہے؟

یہی تو عراق کے وہ علاقے تھے کہ حضرات صحابہ کرام اللہ کے عشق کی شراب اور یقین کی طاقت سے لیس ہوکر آگے بڑھ رہے تھے اور ہزاروں لاکھوں کا حضرات صحابۂ کرام مقابلہ کررہے تھے۔

تھے تو وہ آباء تمہارے ہی مگر تم کیا ہو
ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا ہو

ہاتھ اٹھا کر دعاء کررہے ہو، دعاء کے ساتھ ساتھ تمہیں نکلنا بھی پڑیگا، دعاء کے ساتھ ساتھ اپنے اندر ایمانی حرارت بھی پیدا کرنی پڑیگی، اگر اتنی ہی بات کافی ہوتی تو کائنات کے سردار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرنیوالا اور قرآن پاک کو سمجھنے والا کوئی پیدا ہوا اور نہ ہوسکتا ہے، جس پر کلام پاک نازل ہوا ہو، اس سے بڑا مفسر تو دنیا میں

کوئی ہوا اور نہ ہوسکتا ہے:

تیرے ضمیر پر جب تک نہ ہو نزولِ کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحبِ کشاف

سب سے بڑے مفسر آپؐ ہیں، آپ نے اپنے اقوال و افعال سے قرآن پاک کی تفسیر بیان فرمائی، تفسیر نام ہے آقا کے افعال اور اقوال کا، آپؐ کی حیات طیبہ کا، جس سے قرآن کریم حقیقت میں سمجھا جاتا ہے۔

اللہ کے حبیبؐ کی بات نہ ماننے کی وجہ سے نقصان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میدان میں تشریف لے جا رہے ہیں، دندانِ مبارک شہید ہو رہے ہیں، مقامِ احد میں ستر تلواروں کے وار ہوئے اور تیروں کی تو وہاں تعداد ہی نہیں تھی مگر اللہ پاک نے اپنے حبیب کی خود حفاظت کی لیکن تھوڑی سی غلطی سے نقصان خود بھی اٹھانا پڑا اور اللہ کے حبیب علیہ السلام بھی زد میں آ گئے۔

آج تو بڑی سے بڑی خطائیں ہو رہی ہیں، تھوڑی سی خطا کی وجہ سے صحابۂ کرام خود بھی زخمی ہوئے اور اپنے محبوب کو بھی ایسی حالت میں پہنچا دیا کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر بھاگ نکلے، اگرچہ کچھ ساتھ بھی رہے، اللہ پاک نے سن لیا اور فتح سے ہم کنار فرمایا، اللہ پاک کی رحمت متوجہ ہو گئی، تھوڑی سی خطاء جس میں حکمتیں اور مصلحتیں تھیں، بعد والوں کیلئے نمونہ بنانا تھا، حقیقت میں

آئندہ آنیوالوں کیلئے اس میں راستہ کھل جاتا ہے، اب اسکو خطا کہنا بھی مشکل، یہ تو سمجھانے کیلئے بات کہی جاتی ہے، اللہ پاک نے معافی کا اعلان فرما دیا۔

حضرات صحابہ کا مقام و مرتبہ

حضرات صحابہ کی شان بڑی ہی عجیب و غریب تھی، بقول ملا علی قاریؒ ''کَانُوْا فَرْشِیِّیْنَ بِاَبْدَانِھِمْ وَعَرْشِیِّیْنَ بِاَرْوَاحِھِمْ کَائِنِیینَ مَعَ الْخَلْقِ فِی الظَّاھِرِ بائنیین عَنْھُمْ مَعَ الْحَقِّ فِی الْبَاطِنِ۔

حضراتِ صحابہ کرام بظاہر فرش پر نظر آتے تھے لیکن حقیقت میں عرش پر رہتے تھے، بظاہر مخلوق میں شامل نظر آتے تھے لیکن حقیقت میں خداوند قدوس سے واصل تھے، یہ باتیں تو سمجھانے کیلئے ہیں، ورنہ حضرات صحابہ سے جو کچھ خطا اور غلطیاں ہوئیں، ہمیں اسکو خطا و غلطیاں کہنا درست نہیں، اسلئے کہ حق تعالیٰ نے سب کے بارے میں فرمایا ہے ''رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ''۔

بقول میرے محبوب و مرشد حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاپگڑھیؒ

خدا ان سے راضی وہ راضی خدا سے
محبت کے بیمار یاد آ رہے ہیں

جو پیتے تھے ہر دم شراب محبت
وہی مجھ کو میخوار یاد آ رہے ہیں

وہ صدیق و فاروق و عثمان و حیدر

وہ ابرار و اخیار یاد آرہے ہیں

تڑپنے لگا دل میرا اللہ اللہ

مدینہ کے کہسار یاد آرہے ہیں

حضرات صحابہ پوری امت کیلئے نمونہ ہیں

حضرات صحابہ چوں چراں جانتے ہی نہ تھے، بس ایک حکم کے منتظر رہتے، انکا ایمان بہت مضبوط تھا، اسی لئے حق تعالیٰ فرماتے ہیں ”آمِنُوا کَمَا آمَنَ النَّاسُ “[1] اے انسانو تم ایسا ایمان لاؤ، جیسا کہ حضرات صحابہ ایمان لائے، حضرات صحابہ کا ایمان ہی تو اسوہ اور نمونہ ہے۔

حضرات صحابہ کی شان عجیب تھی، صحابہ سیاست سے بہت واقف تھے، صحابہ سے بڑھ کر سیاست کرنیوالا بھی کوئی نہیں تھا، آج لوگ سیاست کو بھی نہیں جانتے، سیاست نام ہے اس مقصد کیلئے کوشش کرنیکا کہ جب ہمیں حکومت و طاقت مل جائیگی تو ہم نماز قائم کرائیں گے، زکوٰۃ دلوائیں گے، عدل وانصاف قائم کرائیں گے اور بھلائی کو عام کرائیں گے، اسکا نام ہے سیاست کرنا۔

---

[1] سورۂ بقرہ/پارہ ۱

انصاف کی وجہ سے ہر طرف برکت

جب حضرت عمر بن عبد العزیزؒ خلیفہ بننے والے تھے، ایک چرواہا بکریاں چرارہا تھا، اس نے دیکھا کہ اس میدان میں اسکی بکریوں کے ساتھ ایک بھیڑیا بھی آگیا اور بھیڑیا بکریوں میں شامل ہوکر گھاس وغیرہ کھانے لگا، چرواہے کو بڑا تعجب ہوا کہ تو زندگی میں یہ پہلا معاملہ دیکھ رہا ہے، بھیڑیا انسان کا دشمن اور بکریوں کا بھی دشمن لیکن آج بھیڑیا بکریوں کے ساتھ شامل ہے اور کسی کو کچھ بھی نہیں کہہ رہا ہے، اسکو بہت ہی احساس ہوا۔

کیا قصہ ہے؟

چنانچہ اس نے اسکے متعلق معلومات کی تو پتہ چلا کہ کسی اللہ والے اور شریف انسان کی حکومت آگئی ہے، معلوم ہوا کہ آج حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے ہاتھ پر بیعت کی گئی ہے، اس زمانے میں ووٹنگ کا طریقہ نہیں تھا، بلکہ ووٹنگ کی جگہ یہ طریقہ تھا کہ لوگ ہاتھ پر بیعت کرتے تھے، یعنی ووٹ دیا کرتے تھے، اسکو اپنا خلیفہ اور بادشاہ مان لیا کرتے تھے، حضرت عمر بن عبد العزیزؒ منتخب ہوئے، اللہ والے تھے، نمازی ومتقی اور پرہیزگار تھے۔

لیکن ایسا دور کم ہی آتا ہے، مشکل سے دو ڈھائی سال پورے ہوئے ہونگے کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ حق تعالیٰ کو پیارے ہوگئے، حضرت عمر بن

عبدالعزیزؒ کے انتقال کے بعد جب وہ چرواہا اپنی بکریاں چرا رہا تھا تو اس نے دیکھا کہ ایک بھیڑیا کبھی اس بکری کو پھاڑ رہا ہے، کبھی اس بکری کو پھاڑ رہا ہے، ہنگامہ برپا ہوگیا، عدل رخصت ہوگیا، فتنہ وفساد اور ہنگامہ مچ گیا، کیا قصہ ہے؟ وہ عادل ومتقی اور پرہیزگار بادشاہ اللہ کو پیارا تو نہیں ہوگیا؟ معلوم یہ ہوا کہ آج عمر بن عبدالعزیزؒ وصال فرما گئے، اللہ کو پیارے ہوگئے۔[1]

جب کوئی عادل اور منصف بادشاہ حکومت پر نہیں رہتا تو پھر انسانوں اور جانوروں کے اندر امن وامان نہیں رہتا، نہ کھیتیوں کے اندر برکت رہتی ہے اور نہ باغات کے اندر برکت رہتی ہے، انسانوں کے اندر بھائی چارگی بھی ختم ہوجاتی ہے، جب عدل کا نظام رخصت ہوجاتا ہے تو انسان بھی بھیڑیا بن جاتا ہے۔

میں یہ عرض کررہا تھا کہ لوگ تمام معاملات کا ذمہ دار علماء کو ہی سمجھتے ہیں، جب کوئی وقت آتا ہے، تو علماء کو بلاتے ہیں، جلسے کراتے ہیں، انکی قیادت میں کانفرنسیں کرتے ہیں اور جب انتخاب کا وقت آتا ہے تو پھر عوام علماء کی قیادت کو نہیں مانتے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک ایسا آدمی مسلط ہوتا ہے کہ پھر فساد وہنگامہ اور طوفان برپا ہوتا ہے لیکن وقت پر ہماری قوم صحیح آدمی کو منتخب نہیں کرتی، بعد میں غلط لیڈروں کی وجہ سے قوم پر مصیبت آتی ہے تو اسکا ذمہ دار علماء کو ٹھہراتے

---

[1] حلیۃ الاولیاء .

ہیں، حالانکہ اس عالم کے ذمہ دار تنہا علماء ہی نہیں ہیں؟۔

عبداللہ ابن مبارکؒ کا قول مجھے یاد آیا تھا، اسپر یہ بات آئی، عبداللہ ابن مبارک مقامِ رائے سے چلے، بغداد تشریف لے گئے، شاعر اسکا نقشہ اسطرح کھینچتا ہے:

اِذْ سَارَ عَبْدُاللّٰهِ مِنْ مَرْوٍ لَيْلَةً

فَقَدْ سَارَ عَنْهَا نُوْرُهَا وَجَمَالُهَا

عبداللہ ابن مبارک کیا تشریف لے گئے؟ مقامِ رائے کی رونق ہی ختم ہوگئی، لاکھوں لوگ استقبال میں نکلے، ارے میرے بھائی وہ عبداللہ ابن مبارک تھے، رائے سے چلے تھے تو سارا شہر ان کو چھوڑنے آیا تھا اور بغداد میں شور مچ گیا کہ عالم حقانی حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ تشریف لارہے ہیں تو سارا بغداد استقبال کیلئے نکلا تھا، انکے دل میں علماء کی قدر واہمیت تھی۔

ہارون رشید بادشاہ اپنی بیگم کے ساتھ محل پر گفتگو فرمارہے تھے، ایک شور کی آواز آئی، بیگم نے پوچھا کہ بادشاہ سلامت یہ شور کیسا ہے؟ تو بادشاہ نے کہا کہ ابھی انکوائری کراتا ہوں، انکوائری وتفتیش کرائی گئی، معلوم ہوا کہ عبداللہ ابن مبارک کو چھینک آئی اور تمام لوگوں نے یرحمک اللہ کہا، یہ انکی آوازیں ہیں۔

بیگم نے کہا کہ تم کہتے ہو کہ حکومت ہماری ہے، خدا کی قسم، اگر حکومت

ہے تو ان اولیاء اللہ اور علماء کی ہے، اللہ کے نیک بندوں کی حکومت ہے، تمہاری حکومت تو ظاہر پر ہے اور ڈنڈے کے زور سے ہے لیکن اصل حکومت اور محبت علماء کی ہوتی ہے[1]۔

اصل حکومت اہل اللہ کی ہوتی ہے

الحمدللہ! ہمارے اکابر ایسے ہی تھے کہ لوگ انکے پیچھے پیچھے ہو لیتے اور ایک جم غفیر جمع ہو جاتا، درحقیقت کمی ہماری بھی ہے، ہمارے اعمال ویسے نہیں ہیں جیسے ہمارے اکابر کے تھے، ہمارے اخلاق ویسے نہیں ہیں جیسے ہمارے اکابر کے تھے، ہمارا تقویٰ ویسا نہیں جیسا ہمارے اکابر کا تھا، اگر علماء اور امراء صحیح ہو جائیں تو سارے عالم کا نظام درست ہو سکتا ہے اور اگر علماء اور لیڈروں کے اندر فساد ہوگا تو دنیا کا نظام کبھی بھی درست نہیں ہو سکتا۔

عالم کے ذمہ دار کون ہیں؟

ہاں تو عبداللہ ابن مبارکؒ نے فرمایا کہ جن لوگوں پر اس عالم کا نظام قائم ہے، وہ چند آدمی ہیں، اس میں علماء بھی ہیں، سیاسی افراد بھی ہیں، حکومت کے افراد بھی ہیں، اللہ کے راستے میں قربانی دینے والے حضرات بھی ہیں، تاجر بھی ہیں، خانقاہ میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرنیوالے حضرات بھی ہیں، یہ پانچ قسم کے طبقات ہیں، جن پر عالم کا مدار ہے۔

اب آپ دیکھئے کہ عالم کا مدار اِن پانچ افراد پر ہے، سیاسی افراد آج

---

[1] بستان المحدثین

بڑی غلطیوں میں مبتلا ہیں، وہ ایسا طبقہ ہے جو اس وقت آپکو کامیابی کی طرف بلا رہا ہے، پہلے جو غلطیاں ہوئیں، وہ بھی انہوں نے کیں اور امت اسکا خمیازہ آج تک بھگت رہی ہے۔

میرے بزرگو!

ماشاءاللہ علماء نے تو پہلے بھی بہت کچھ کیا اور آج بھی بہت کچھ کر رہے ہیں، علماء کا طبقہ محنت کر رہا ہے، میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ آج سارے کے سارے علماء مولانا گنگوہیؒ یا مولانا قاسمؒ یا مولانا الیاسؒ جیسے ہیں، شاہ عبدالرحیمؒ یا شیخ عبدالقادر رائپوریؒ جیسے ہیں، شیخ الاسلامؒ یا حسن بصریؒ جیسے ہیں، امام اوزاعیؒ یا امام لیث ابن سعدؒ جیسے ہیں، میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ علماء کے اندر خامیاں نہیں ہیں، بلکہ انکے اندر بھی خامیاں ہیں لیکن الحمدللہ علماء مجموعی طور پر اپنی کوششوں میں لگے ہوئے ہیں اور اگر کسی عالم کے اندر کوئی کمی ہوتی ہے تو دوسرا عالم اس پر نکیر کرتا ہے۔

اور وہ غلطی کا خود بھی احساس کرتے ہیں، اللہ پاک فرماتے ہیں ''اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَآءُ ''[1] علماء اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والے ہیں، انکو اپنی غلطیوں کا احساس بھی ہوتا ہے، ایسی بات نہیں ہے کہ علماء سے غلطی نہیں ہوتی، ان سے بھی غلطی ہوتی ہے لیکن وہ احساس کرتے ہیں اور احساس میں ڈوب کر توبہ واستغفار کرنے لگتے ہیں۔

---

[1] سورۂ فاطر پارہ ۲۲

انبیاءؑ کی خطائیں قرآن میں کیوں مذکور ہوئیں؟

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اللہ پاک نے قرآن پاک میں انبیاء علیہم السلام کے تذکروں میں فرمایا کہ بعض انبیاء سے چوک ہوئی اور انھوں نے توبہ واستغفار کیا، تاکہ بعد کے لوگوں کیلئے اسوہ اور نمونہ بن جائے، یہ اسلئے ہوا تاکہ بعد کے لوگ راستہ پائیں کہ اسطرح توبہ کرنی ہے، اسطرح استغفار کرنا ہے، اسطرح اللہ کو راضی وخوش کرنا ہے۔

میرے بزرگو!

اس عالم کا مدار علماء پر بھی اتنا ہی ہے جتنا سیاسی لوگوں پر بلکہ ان پر اس سے بھی زیادہ ہے کیونکہ حکومت کی باگ ڈور انکے ہاتھ میں ہوتی ہے اور انکے ذریعہ سے نظام بنتا ہے، اسی طرح تاجر حضرات بھی صحیح ہونے چاہئیں، تاجروں کے اندر اگر بگاڑ ہوگا تو حلال مال میسّر نہیں آئیگا، جب حرام مال کی خرید و فروخت ہوگی اور حلال لقمہ پیٹ میں نہیں پہونچے گا تو نماز قبول نہیں ہوگی اور نہ ہی عبادات میں نور آئیگا۔

معاملات کا صحیح ہونا ضروری ہے

یہی وجہ ہے کہ جب حضرت امام محمدؒ سے کہا گیا کہ حضرت آپ زہد و تصوف پر کوئی کتاب لکھئے تو آپ نے فرمایا ''نَعَمْ صَنَّفْتُ فِي الْبُيُوْعِ'' میں

نے تجارت وبزنس کے معاملات میں کتاب لکھ دی ہے، حضرت سے کہا گیا کہ ہم تو کہہ رہے ہیں کہ زہد وتقویٰ پر کتاب لکھئے اور آپ کہہ رہے ہیں کہ میں نے معاملات میں کتاب لکھ دی۔[1]

آپ نے فرمایا کہ ہاں یہی تو کہہ رہا ہوں؟ کہ متقی و پرہیزگار وہی شخص نہیں ہے کہ جو کسی مسجد یا مدرسہ یا خانقاہ میں ہو، بلکہ انسان کی اصل پرہیزگاری اس وقت ظاہر ہوتی ہے جبکہ وہ معاملات کی دنیا کے اندر ہو اور اسکے معاملات درست ہوں، جو تجارت کے معاملات میں صحیح اتریگا، وہ اصل ایماندار ہوگا، اسکا ایمان مستحکم ہوگا اور وہ حلال طریقہ سے کاروبار کریگا تو حرام سے بچے گا، حرام سے بچ کر حلال طریقہ سے کاروبار کریگا تو حلال رزق میسر ہوگا، جان پیدا ہوگی، اسلئے تاجر حضرات بھی برابر کے ذمہ دار ہیں، آج سودی کاروبار اور جوئے سٹے کے معاملات بڑھتے جارہے ہیں۔

مردوں اور عورتوں میں بگاڑ

میرے بزرگو!

مرد تو کیا آج عورتیں بھی جوئے سٹے اور تاش میں مبتلا ہیں، ہماری یہ حالت ہوچکی ہے اور مسلمان کاروبار میں بہت پیچھے ہیں، مسلمان تو خرافات میں جارہا ہے، اللہ معاف فرمائے ہمارا نوجوان بگڑ رہا ہے، نبیؐ نے فرمایا تھا کہ

---

[1] تعلیم المتعلم

جب تمہارا نوجوان بگڑ جائیگا تو کیسے ہوگا؟ جب تمہارے نوجوانوں میں فساد برپا ہوگا اور تمہاری عورتوں میں طغیانی و بے حیائی اور بے شرمی آئیگی، صحابہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایسا بھی ہوگا؟ ہمارا نوجوان بگڑ جائیگا اور ہماری عورتوں میں طغیانی و سرکشی آجائیگی؟ آپ ؐ نے فرمایا کہ ہاں ہوگا اور یہی نہیں بلکہ اس سے بھی بدتر ہوگا کہ تم اچھائیوں کا حکم کرنے کے بجائے اچھائیوں سے منع کروگے۔

عرض کیا کہ حضرت ایسا ہوگا؟ تو فرمایا کہ ہاں ایسا ہی ہوگا، بلکہ اس سے بھی بدتر ہوگا کہ تم اچھائیوں کا حکم چھوڑ کر برائیوں کا حکم کروگے بلکہ اچھائیوں کو منع کروگے، صحابہ کو تعجب ہوا، آپ فرماتے تھے کہ اس سے بدتر زمانہ آئیگا، یہاں تک کہ کھلم کھلا برائیوں کی دعوت دی جائیگی، برائیوں کی طرف بلایا جائیگا اور اچھے کام کرنیوالے کی ٹانگ کھینچ کر باہر ڈالدی جائیگی۔

عرض کیا کہ حضرت ایسا ہوگا؟ تو فرمایا کہ ہاں ایسا ہوگا اور تمہارے لیڈر فاسد وخراب ہوجائیں گے، تمہارے معاملات عورتوں کے حوالے ہونگے،

عرض کیا کہ حضرت ایسا ہوگا؟ تو آپ ؐ نے فرمایا کہ بالکل ایسا ہوگا، عرض کیا کہ پھر کیا ہوگا؟ آپ ؐ نے فرمایا کہ اس وقت زمین کے اندر کا حصہ زمین کے ظاہری حصہ سے بہتر ہوگا۔

عرض کیا کہ اسوقت کیا ہوگا؟ تو آپ ؐ نے فرمایا کہ اس وقت تم دین پر قائم رہنا، شریعت پر قائم رہنا، قرآن سے چمٹے رہنا، اہل اللہ سے چمٹے رہنا،

اس وقت وہی بچ سکے گا اور اسی کو نجات ملے گی کہ جو علماء اور اہل اللہ سے چمٹا رہیگا، قرآن سے وابستہ رہیگا، نیک لوگوں سے تعلق رکھے گا، ورنہ فتنوں میں لپٹ جائیگا اور اسکا ایمان بگڑ جائیگا[1]۔

خانقاہ والوں کی ذمہ داریاں

اس امت کی ذمہ داری اتنی ہی زیادہ خانقاہ کے لوگوں پر بھی ہے کہ وہ خانقاہ میں بیٹھ کر صحیح تربیت کریں، انتہائی کوشش وجذبہ کے ساتھ امت کی صحیح تربیت کریں، اسی جذبہ کو مدنظر رکھیں کہ جو جذبہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے اندر تھا، بزنس اور کاروبار نہ بنائیں۔

خانقاہیں تربیت کا مرکز ہیں

ہر ذی عقل یہ بات اچھی طرح جانتا ہے کہ انسان کوئی درخت نہیں کہ کھڑا رہے اور پتھر بھی نہیں کہ پڑا رہے بلکہ یہ اشرف المخلوقات ہے، اسے چاہئے کہ یادِ الٰہی میں لگا رہے، مقصدِ زندگی اللہ رب العزت کی بندگی اور اسکی یاد ہے، صحیح معنوں میں بندہ وہی ہوتا ہے کہ جس میں بندگی ہو، ورنہ تو وہ سراسر گندہ ہوتا ہے، اس دنیا کے اندر آنا بہت آسان ہے لیکن صحیح معنوں میں انسان بن جانا بہت مشکل ہے، جب کوئی شخص انسان بننے کی محنت کرتا ہے، تب معلوم ہوتا ہے کہ انسان بننا کتنا مشکل کام ہے، یوں تو ہر شخص اپنے آپکو

---

[1] کنز العمال

بہت اچھا سمجھتا ہے اور سوچتا ہے کہ میں انسان ہوں، حالانکہ انسان بننے کیلئے اپنے دل کو بنانا پڑتا ہے۔

یہ زندگی ہمیں اسلئے دی گئی ہے کہ ہم اپنے دل کو بنائیں کیونکہ قیامت کے دن مال واولاد کام نہیں آئیں گے بلکہ سنوارا ہوا دل کام آئیگا، اللہ رب العزت اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتے ہیں ''یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ''[۱] یعنی قیامت کے دن نہ مال کام آئیگا، نہ بیٹے کام آئیں گے مگر جو سنوارا ہوا دل لائے، ایسا صاف دل کہ جس میں اللہ کے علاوہ کسی کی محبت کے زخم نہ لگے ہوں، جس دل کو گناہوں کے اثرات نے بیمار نہ کیا ہو، جو شخص ایسا دل لائیگا، اللہ رب العزت کے یہاں وہی مقبول ہوگا۔

اللہ رب العزت دلوں کے خریدار ہیں، بندوں سے دل مانگتے ہیں، ہم لوگ ایک روپیہ کے بدلے داغدار پھل نہیں خریدتے تو اللہ رب العزت اپنی رضامندی اور اپنی لقاء کے بدلے میں داغی دل کو کیسے قبول فرمائیں گے، وہ بھی یہی چاہتے ہیں کہ اس دل کو بے داغ لیکر آؤ، اس دل کو سنوار کر لاؤ اور دل کو سنوارنے کا نام ہی تصوف وسلوک ہے اور ان خانقاہوں کے قیام کا بنیادی مقصد اپنے دلوں کو سنوارنا ہے، دنیا میں یونیورسٹیاں ہوتی ہیں، جہاں جا کر

---

[۱] سورۂ شعراء پارہ۱۹

لوگ تعلیم حاصل کرتے ہیں، یہ خانقاہیں وہ یونیورسٹیاں ہیں کہ جہاں آکر لوگ تربیت حاصل کرتے ہیں۔

خانقاہوں میں انسان کی تربیت ہوتی ہے، خانقاہ کسی عمارت کا نام نہیں بلکہ شخصیت کا نام ہوتا ہے، کوئی اللہ کا بندہ کہ جسکو بنانے والے نے بنایا اور اسکے ذمہ یہ کام لگایا، وہ اسکے اندر بیٹھ کر تربیت کرتا ہے، یہ مشائخ اپنی طرف سے کام نہیں کرتے بلکہ یہ تو نمائندہ اور وکیل بن کر کام کرتے ہیں، خانقاہ اور یونیورسٹی میں اتنا فرق ہوتا ہے کہ یونیورسٹیوں میں تو آٹھ گھنٹے تعلیم پا کر چھٹی کر لی مگر ان روحانی خانقاہوں میں چھٹی نہیں ہوتی۔

اسکو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

لیڈروں کی ذمہ داریاں

لیڈروں کی بھی ذمہ داری ہے، وہ نوجوان جو اپنے مالوں اور اپنی جانوں کو لیکر پھر رہے ہیں، انکی بھی اتنی ہی زیادہ ذمہ داری ہے، جب سب لوگ اپنی اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں گے، تعلیم کی طرف لگیں گے، علماء سے تعلق رکھیں گے اور دین کی طرف آئیں گے تو انشاءاللہ تب کامیابی ہے، اس کیلئے امت کا درد درکار ہے اور اللہ پاک کی محبت وعشق کا درد بھی درکار ہے، حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپگڈھیؒ فرماتے ہیں۔

یہ درد محبت ہے اب کم نہ ہوگا
کسی کا اگر لطف پیہم نہ ہوگا

محبت کا طاری یہ عالم نہ ہوگا
مداوا کا خطرہ بھی دل میں نہ لائیں
یہ دردِ مُحبت ہے اب کم نہ ہوگا
جہاں غیر کا ہوش رہتا ہو باقی
وہ ہرگز محبت کا عالم نہ ہوگا
ہراک سانس ہے طالب دید لیکن
نظر کب وہ آئیں گے جب دم نہ ہوگا

اللہ کی محبت کیلئے اتباع نبی صلی اللہ علیہ وسلم ضروری ہے

میرے بزرگو!

حق تعالیٰ شانہ فرمارہے ہیں ''قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ''[1] اے ہمارے لاڈلے آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم حق تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، میرے نقش قدم پر چلو، جب تم میری اتباع کرو گے، تو ہم تمکو اپنا محبوب بنالیں گے اور ہم تمہارے گناہوں کو بھی معاف کردیں گے اور تمہیں ہر طرح کی خیر و برکت سے نوازیں گے۔

حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادیؒ فرمایا کرتے تھے کہ یاد رکھو اتباع سنت ہی غوثیت اور قطبیت ہے، جو متبع سنت ہے وہی اپنے وقت کا

---

[1] سورۂ آلِ عمران پارہ ۴ .... [2] سورۂ بقرہ پارہ ۲

غوث اور وہی اپنے وقت کا قطب ہے، کیونکہ شریعت پر چلنا ہزار کرامتوں سے بڑھ کر ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں شریعت کو سمجھنے اور شریعت پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، صحیح صحیح عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بغیر محنت ومجاہدہ کے کوئی مقصد حاصل نہیں ہوسکتا

حق تعالیٰ فرماتے ہیں ''اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ''[2]

کیا تم کو یہ گمان ہے کہ جنت میں یوں ہی چلے جاؤ گے، حالانکہ تم پر وہ حالات نہیں آئے جو تم سے پہلے لوگوں پر آئے، انکو تکالیف وتنگیاں پہنچیں اور وہ گڑگڑا اٹھے، حتی کہ رسول اور وہ لوگ جو اُن پر ایمان لائے کہنے لگے کہ کب آئیگی اللہ کی مدد تو باری تعالیٰ نے فرمایا سن لو اللہ تعالیٰ کی مدد قریب ہے۔

مطلب یہ ہے کہ کیا تم کو اس بات کی طمع ہے کہ جنت میں داخل ہوجاؤ، حالانکہ اگلی امتوں کو جو ایذائیں پیش آئیں، وہ تم کو پیش نہیں آئیں کہ انکو فقر وفاقہ، مرض اور خوف اس درجہ کو پیش آئے کہ مجبور اور عاجز ہوکر نبی اور انکی امت بول اٹھی کہ اللہ نے جس مدد اور نصرت کا وعدہ فرمایا تھا، وہ کب

آئیگی، چنانچہ اللہ رب العزت کی طرف سے جواب ملا کہ اللہ کی مدد عنقریب ہی آنے والی ہے۔

الحمد للہ! آج عراق میں ایمان کی طاقتیں بیدار ہو رہی ہیں، حق تعالیٰ ضرور نصرت فرمائیں گے، حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے کہ عراق اللہ کی تلوار ہے اور کوفہ اللہ کا نیزہ ہے، جو اسکو توڑیگا تو حق تعالیٰ اسکو پاش پاش اور ٹکڑے ٹکرے کر دیگا، چونکہ ہماری غفلتیں اور عیش انتہا کو پہنچ گیا تھا، اسلئے اللہ کی نصرت آنے میں وقت لگ رہا ہے لیکن مایوسی کی کوئی بات نہیں، اللہ کی مدد ضرور آئیگی۔

اللہ کے راستے میں طعن وتشنیع سننے کی عادت ڈالو

میرے بزرگو!

ہمیں قربانیاں دینی ہونگی اور جو دین کے کام میں لگے ہوں، اگر کوئی دوست کچھ کہتا ہو، اعتراض کرتا ہو، طعن وتشنیع کرتا ہو تو اسکو صبر کے ساتھ برداشت کرلو، اسلئے کہ یہ بھی انبیاء علیہم السلام، صحابۂ کرام اور اسلاف کی بہت بڑی سنت ہے، دین کے کام کرنیوالے ہر شخص نے اس پر عمل کیا، اس پر صبر وتحمل کے بغیر اسکی ترقی نہیں ہوسکتی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ''[1] اور ہم نے ان کیلئے اپنے حکم سے ایسے پیشواؤں کو مقرر کیا جو رہنمائی کرتے تھے ہمارے حکم سے، جب وہ صبر کرتے رہے اور آیتوں کو مانتے رہے، جب صبر سے کام لیا اور جمے رہے ہم نے امام بنادیا تو امامت کا منصب صبر اور اعمالِ صالحہ کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا اور اگر حاصل ہو بھی گیا تو اس مقام کی بلندی تک پہنچنا ناممکن ہے، اب بھی اللہ کا وہی قانون چل رہا ہے، اسلئے صبر اور ضبط بڑی چیز ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح صحیح طور پر دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے اصحاب کی مکمل اتباع کی توفیق بخشے۔

آمین

یارب العلمین

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين

---

[1] سورۂ سجدہ پارہ ۲۱

دوسرا خطاب

توبہ کی اہمیت وضرورت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَ نُؤْمِنُ بِہٖ وَ نَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئٰاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہٗ لَآ شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ.اَمَّابَعْدُ:

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا تُوْبُوْآ اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَّصُوْحاً[۱] صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمِ.

وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلتَّآئِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لاَذَنْبَ لَہٗ[۲] وَقَالَ کُلُّ بَنِیْ آدَمَ خَطَّاؤن وخَیْرُ الْخَطَّآئِیْنَ التَّوَّابُوْنَ [۳]۔

بزرگانِ محترم برادرانِ اسلام!

حق تعالیٰ شانہ اس آیت مبارکہ میں فرماتے ہیں کہ اے ایمان والو اللہ تبارک وتعالیٰ سے پکی سچی توبہ کرلو، دوسری وہ روایت جس میں نبی پاک

---

۱ سورۂ تحریم پارہ ۲۸......۲ ابن ماجہ ص ۳۱۳ ح ۴۳۰۴......۳ ترمذی ۲/۲۷

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص گناہوں سے توبہ کرتا ہے، وہ ایسا ہو جاتا ہے جیسا کہ اس نے گناہ کیا ہی نہیں، تیسری بات آقائے نامدار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی کہ تم سب کے سب گنہگار ہو اور بہترین گنہگار وہ ہے کہ جو توبہ کرنیوالا ہو، یہ دو ارشاد آپ ؐ کے اور ایک ارشاد اللہ تبارک تعالیٰ کا ہے، ان سب کا مضمون ومفہوم قریب قریب ہے۔

انبیاءؑ کی شانِ عصمت

انسان بار بار گناہ کرتا ہے، انسان سے گناہ ہوتا رہتا ہے، یہ تو صرف انبیاء علیہم السلام کی شان اور انکی صفت ہے، ان سے ایسے گناہ کا صدور نہیں ہوتا، جو اللہ پاک کی رحمت سے دور کردے، ہاں بعض دفعہ انبیاء علیہم السلام سے کوئی ایسی بات صادر ہوسکتی ہے، جو انکی شان کے مناسب نہیں اور ایسا ہوا ہے، بعض انبیاء علیہم السلام سے ایسی باتیں ہوئی ہیں، جو انکی شان کے مناسب نہیں تھیں لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انکو معاف فرمایا، انہوں نے اللہ پاک سے اس قدر توبہ واستغفار کیا، اللہ پاک کے سامنے اتنا روئے کہ انکے درجات پہلے سے بھی زیادہ بلند ہوگئے۔

حضرت نوح علیہ السلام کا رونا

حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے کہ جب یہ بات سامنے آگئی کہ جن گنے چنے افراد کی قسمت میں آپ پر ایمان لانا تھا، وہ ایمان

لا چکے، آئندہ ان میں کوئی ایمان لانے والا نہیں ہے، لہذا اب آپ انکی عداوت وتکذیب اور ایذاء رسانی سے زیادہ غمگین نہ ہوں، اب کوئی آدمی آپ پر ایمان لانے والا نہیں ہے تو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے خلاف بددعا فرمائی کہ اے رب ذوالجلال زمین پر ایک بھی کافر کو زندہ مت چھوڑیئے، چنانچہ اس بددعا کے نتیجہ میں طوفان آگیا، اللہ پاک نے حضرت نوح کو طوفان کے متعلق سب کچھ بتا دیا تو حضرت نوح نے عرض کیا کہ یا اللہ جب طوفان آئیگا اور لوگ ہلاک ہونگے تو میرے بیٹے کا کیا حال ہوگا؟ تو اللہ تعالیٰ نے اسکے متعلق کچھ بات فرمائی یعنی یہ وعدہ فرمایا کہ ہم تم کو اور تمہارے متعلقین کو بچالیں گے۔

پھر وہ طوفان آیا، اللہ پاک نے فرمایا کہ تمہارے متعلقین کو ہم بچائیں گے (اللہ تعالیٰ نے ''تمہارے متعلقین'' فرمایا) یہ نہیں فرمایا کہ تمہاری اولاد، چنانچہ اُدھر تو آسمان سے بے تحاشہ بارش ہوئی اور اِدھر زمین سے بے پناہ پانی ابل پڑا، پانی کا حال یہ تھا کہ چوٹیوں سے بھی اُوپر چڑھ گیا اور جب یہ معلوم ہوگیا کہ اب کوئی بچنے والا نہیں تو حضرت نوح علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے اپنے بیٹے کے متعلق سفارش کی، اللہ پاک نے اس وقت اپنی سخت ناراضگی ظاہر فرمائی اور یہ کہہ کر نوح علیہ السلام کو ڈانٹ دیا کہ بات نہ کرو، جو تمہارے نقش قدم پر نہ ہو، وہ تمہاری اولاد نہیں ہے، یہ سارے کافر ہیں۔

---

[1] سورۂ ہود/پارہ ۱۲

اے نوح ایسا سوال کر کے تم جاہل نہ بنو" وَاُوْحِیَ اِلٰی نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِکَ اِلَّا مَنْ قَدْ آمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ "[1] حضرت نوح علیہ السلام کی طرف وحی نازل ہوئی کہ آپ کی قوم میں سے اب آپ پر کوئی ایمان لانے والا نہیں ہے، ہاں جو ایمان لا چکا بس وہی رہے گا، لہذا اے نوح آپ انکے کرتوتوں سے غم زدہ نہ ہوں۔

اللہ پاک نے اتنا سخت لفظ بولا کہ حضرت نوح علیہ السلام اتنا روئے کہ زمین سے گھاس اُگ گئی اور چالیس دن تک سجدہ میں پڑے رہے، اگر ساری دنیا کے انسان ملکر بھی روتے تو اُنکا رونا حضرت نوح علیہ السلام کے رونے کے برابر نہیں ہوسکتا تھا، حضرت نوح علیہ السلام کو بہت زیادہ احساس ہوا کہ مجھ سے ایسی غلطی ہوگئی کہ میں نے اپنے بیٹے کے متعلق حق تعالیٰ سے سوال کرلیا، حالانکہ مجھے سوال نہیں کرنا چاہئے تھا کیونکہ وہ میرے نقش قدم پر نہیں ہے، ایمان واعمال صالحہ پر نہیں ہے اور جب وہ ایمان والا نہیں تو میرا نہیں، حضرت نوح علیہ السلام روتے رہے، توبہ واستغفار کرتے رہے، یہاں تک کہ آپکی توبہ قبول ہوئی، اللہ پاک نے آپکے درجات کو اور زیادہ بلند فرمایا۔

ایسے ہی ایک موقع پر حضرت داؤد علیہ السلام سے غلطی صادر ہوئی، جو انکی شان کے مناسب نہیں تھی، ہم تو اسکو غلطی نہیں کہہ سکتے لیکن انکی شان کے اعتبار سے غلطی ہے، اللہ پاک سے انہوں نے توبہ واستغفار کیا اور اللہ پاک کے سامنے اتنا روئے کہ اللہ نے انکی توبہ قبول فرمائی اور پہلے سے زیادہ انکے

مقامات کو بڑھادیا تو انبیاء کی شان بہت اعلی وارفع اور بلند ہے لیکن عام انسان حتی کہ بڑے سے بڑا ولی و بزرگ بھی ایسا دعویٰ نہیں کرسکتا کہ اس نے اپنی زندگی میں کوئی گناہ نہیں کیا اور کسی گناہ کا اس نے ارادہ نہیں کیا، کیونکہ انسان کے ساتھ شیطان ہر وقت لگا ہوا ہے۔

حضرت سعید ابن المسیب پر خوف کی کیفیت

حضرت سعید بن المسیبؒ بہت بڑے ولی و بزرگ تھے، بڑھاپے کی عمر میں پہنچ گئے، حلیۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ ساٹھ سال تک آپکی تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی پھر بھی یہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر مجھے اس وقت سب سے زیادہ خوف کسی بات کا لگتا ہے تو وہ عورت ہے، اتنے بڑے بزرگ اپنے اُوپر عورت کے فتنے سے ڈرتے ہیں، مال کے فتنے سے ڈرتے ہیں، انسان گناہوں کا مجموعہ اور خطاؤں کا پتلا ہے، گناہ کا ارادہ کرتا ہے، ارادہ کرنے کے بعد اگر بچ گیا تو یہ اللہ کی توفیق ہے، اسکے ساتھ اللہ پاک کی نصرت ہے کہ ارادہ ہونے کے باوجود اللہ پاک نے اسکو بچالیا اور اگر وہ پھنس گیا تو یہ سمجھو کہ اللہ پاک کی رحمت اس سے ہٹی ہوئی تھی کہ اس نے ارادہ کیا اور پھنس گیا، شیطان کا جال اس پر چل گیا تو اللہ پاک کی رحمت اس سے ہٹی ہوئی تھی۔

میرے بزرگو!

اللہ کے حبیب علیہ السلام نے فرمایا ''کُلُّ بَنِیْ آدَمَ خَطَّاؤن وَخَیْرُ الْخَطَّائِیْنَ التَّوَّابُوْنَ'' [۱] کہ تم سب کے سب گنہگار ہو اور بہترین گنہگار وہ ہے کہ جو توبہ کرنیوالا ہے، اب کون آدمی یہ دعویٰ کرسکتا ہے کہ میں گنہگار نہیں ہوں، میں خطا کار نہیں ہوں، ہر آدمی گنہگار رہے، کوئی آدمی نماز چھوڑ رہا ہے، کوئی زکوٰۃ نہیں دے رہا ہے، کوئی روزوں کو چھوڑ رہا ہے، کوئی حج فرض ہونے کے باوجود حج کے فریضہ کو چھوڑ رہا ہے، کوئی حقوق العباد میں کمی کرر ہا ہے، کوئی خیانت کرر ہا ہے، غرض یہ کہ ہر آدمی کسی نہ کسی گناہ کے اندر ملوث ہے، کوئی چھوٹے گناہ پر جم رہا ہے اور کوئی بڑا گناہ کرکے توبہ کرر ہا ہے، کوئی آدمی اپنے آپکو یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں معصوم ہوں یا مجھ سے کوئی گناہ نہیں ہوسکتا، مجھ سے کوئی گناہ کا ارادہ نہیں ہوسکتا کہ آئندہ میں گناہ سے محفوظ رہوں گا۔

میرے بھائیو! کوئی آدمی یہ دعویٰ نہیں کرسکتا، ہاں کوئی ناواقف اور جاہل تو کرسکتا ہے لیکن کوئی عالم یا کوئی بزرگ یا کوئی اللہ والا یہ دعوی نہیں کرسکتا کہ مجھ سے کوئی گناہ نہیں ہوتا یا میں کسی طرح کی غلطی نہیں کرسکتا، کیونکہ معلوم نہیں کہ شیطان انسان کو کہاں پٹخ دے اور کب ہلاک کردے۔

---

۱ ترمذی ۲/۲۷ و ابن ماجہ ۳۱۳

اکلِ حلال کا حکم اور ابلیس لعین کی پیروی سے ممانعت

ارشاد باری تعالیٰ ہے یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ کُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّهٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ [۱]

اے انسانو!

زمین سے پیدا شدہ حلال اور پاک چیزوں کو استعمال کرو اور شیطان کے نقش قدم پر مت چلو کیونکہ وہ تمہارا کھلم کھلا اور صریح دشمن ہے، باری تعالیٰ مزید ارشاد فرماتے ہیں ''اِنَّمَا یَاْمُرُکُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ [۲] بس وہ تو تمکو برائی اور بے حیائی کا ہی حکم دیتا ہے اور اس بات کا کہ تم اللہ تبارک وتعالیٰ پر ایسے بہتان تراشو، جن کو تم جانتے نہیں اور ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں ''اِنَّ الشَّیْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ'' [۳] یقیناً شیطان انسان کا کھلم کھلا دشمن ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا واقعہ

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی بہت بڑے بزرگ تھے، شیطان نے انکو اپنے جال میں پھنسانا چاہا تو انکو اللہ تعالی نے بچالیا اور واقعہ یہ ہوا کہ آپ ایک مرتبہ جنگل میں تھے، بھوک و پیاس کی شدت نے بہت زیادہ پریشان کیا، اچانک ایک بادل نمودار رہوا، اس میں سے ایک سونے کا پیالہ آپکے

---

۱ سورۂ بقرہ/ پارہ ۲ - ۲ سورۂ بقرہ/ پارہ ۲ ...... ۳ سورۂ یوسف/ پارہ ۱۲

ہاتھ میں آیا، بارش برسنے لگی اور ندا آئی کہ اے عبدالقادر سونا ہم نے آپ کیلئے حلال کردیا ہے، آپ نے فوراً **لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ** پڑھا اور وہ سب کچھ غائب ہوگیا، ندا آئی کہ اے عبدالقادر آپکو آپکے علم نے بچالیا، فوراً متنبہ ہوئے کہ شیطان تو مجھے گمراہ کررہا ہے، مجھے میرے علم نے نہیں بلکہ اللہ پاک نے اپنے فضل وکرم سے بچایالیا۔

بڑے بڑے بزرگوں پر شیطان نے جال ڈالے لیکن اللہ تعالی نے انکو بچایا، کوئی اپنے کمال سے نہیں بچ سکتا، مال اور عورت کے فتنے سے بچنا اللہ پاک کی خاص توفیق ہی سے ہوسکتا ہے، کسی کے کمال سے نہیں ہوسکتا۔

اپنے آپکو صاف ستھرا مت جانو

میرے بزرگو!

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ تم سب گنہگار ہو، اب اگر کوئی آدمی یہ سوچے کہ میں متقی ہوں، مجھ سے کوئی گناہ ہوہی نہیں سکتا تو یہ اسکی کم علمی اور جہالت کی واضح دلیل ہے، حق تعالیٰ فرماتے ہیں **''لَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى''**[1] اپنے آپکو پاکیزہ نہ سمجھو، وہی جانتے ہیں کہ پاکیزہ کون ہے؟ حقیقت میں ہر آدمی گنہگار ہے لیکن بہترین گنہگار وہ ہے کہ جو توبہ واستغفار کرے، نادم وشرمندہ ہو جائے، اسکو اپنی غلطیوں کا احساس ہوجائے تو سمجھو کہ وہ اللہ پاک کے

---

[1] سورۂ نجم پارہ ۲۷

قریب جارہا ہے، اللہ پاک کی رحمت اسکی طرف متوجہ ہے۔

اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا چاہئے

حق تعالی نے ارشاد فرمایا **''قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ''**[1] اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، میرے ان بندوں سے کہہ دیجئے، جنھوں نے اپنے نفسوں پر زیادتی کی ہے، اللہ پاک کی رحمت سے مایوس اور ناامید مت ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو بخشتا ہے، یقیناً وہی گناہوں کو معاف کرنیوالا اور رحم کرنیوالا ہے، اگر کوئی انسان بیمار ہوجائے تو اسکو اسپتال جانے کی ضرورت پڑیگی یا نہیں؟۔

ہم سب بیمار ہیں، ہر شخص میں کچھ نہ کچھ بیماری ہے، ذکر اللہ اور توبہ استغفار کی میں لگنے سے بہت فائدہ ہے، اگر کوئی انسان اس میں نہ لگا ہو تو نہ معلوم شیطان اسکو کہاں کہاں بھٹکا سکتا ہے، ذکر اللہ واستغفار میں لگنے کے بعد شیطان کمزور ونکمہ نہیں کرتا؟ ایسی بات نہیں ہے کہ اگر کوئی شخص ذکر واستغفار میں لگتا ہے تو شیطان اسکے قریب نہیں جاسکتا یا اس سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوسکتا۔ البتہ شیطانی قوتیں کمزور پڑجاتی ہیں۔

---

[1] سورۂ زمر پارہ ۲۴

جوانی میں توبہ کر لیجئے

اللہ رب العزت نے انسان کے دل میں گناہ کا داعیہ اور تقاضہ پیدا فرمایا ہے اور تقویٰ کا تقاضہ بھی پیدا فرمایا ہے، اسی میں امتحان ہے، اسلئے کہ اگر انسان کے دل سے گناہ کا تقاضہ بالکل ختم اور فنا ہو جائے تو پھر گناہوں سے بچنے میں انسان کا کیا کمال ہوا، پھر نہ تو نفس سے مقابلہ ہوا اور نہ شیطان سے مقابلہ ہوا تو پھر جنت کس کے بدلے میں ملے گی، جنت کا انعام اسی لئے تو ہے کہ دل میں گناہوں کا تقاضہ اور داعیہ پیدا ہو رہا ہے لیکن انسان انکو شکست دیکر اللہ تعالیٰ کے خوف وخشیت سے اور اللہ کی عظمت وجلال سے ان تقاضوں پر عمل نہیں کرتا، تب جا کر انسان کا کمال ظاہر ہوتا ہے۔

توبہ کی حقیقت

عام طور پر دو لفظ استعمال ہوتے ہیں، ایک استغفار اور ایک توبہ، اصل ان میں توبہ ہے اور استغفار اس توبہ کی طرف لے جانے والا راستہ ہے اور یہ توبہ تین چیزوں کا مجموعہ ہوتی ہے، جب تک یہ تین چیزیں جمع نہ ہوں، اس وقت تک توبہ کامل نہیں ہوتی (۱) جو غلطی اور گناہ سرزد ہوا ہے، اس پر ندامت اور شرمندگی ہو، پشیمانی اور دل شکستگی ہو (۲) جو گناہ ہوا ہے، اسکو فوراً چھوڑ دے (۳) آئندہ اس گناہ کو نہ کرنے کا پکا ارادہ کرے، جب تین چیزیں جمع ہو جائیں تو توبہ مکمل ہوتی ہے اور جب توبہ کر لی تو وہ شخص گناہوں سے پاک ہو گیا۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اَلتَّـآئِبُ مِـنَ

الـذَّنْبِ کَمَنْ لاَ ذَنْبَ لَهُ ''[1] یعنی جس شخص نے توبہ کر لی، وہ ایسا ہو گیا کہ جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں، صرف یہ نہیں کہ اللہ نے اسکی توبہ قبول کر لی اور نامۂ اعمال کے اندر لکھ دیا کہ اس نے فلاں گناہ کیا تھا، وہ گناہ معاف کر دیا گیا بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور کرم دیکھئے کہ توبہ کرنے والے کے نامۂ اعمال ہی سے وہ گناہ مٹا دیتے ہیں اور آخرت میں اس گناہ کا ذکر بھی نہیں ہو گا کہ اس نے فلاں وقت فلاں گناہ کیا تھا۔

کسی کو برا مت جانو!

میرے دوستو!

انسان سے گناہ پھر بھی ہوسکتا ہے لیکن اگر وہ گناہ کریگا یا اسکے دل میں گناہ کا ارادہ ہوگا تو اسکو اللہ کی طرف سے تنبیہ ہوگی، جسکی وجہ سے وہ گناہ کرنے سے بچ جائیگا اور اگر اس سے گناہ ہو بھی گیا تو وہ توبہ واستغفار کریگا اور اللہ پاک کے اور زیادہ نزدیک ہو جائیگا، جیسے آپکو بتایا گیا کہ کتنے ایسے واقعات ہیں کہ آدمی نے جب گناہ کیا پھر اس نے توبہ کی اور شرمندہ ہوا تو وہ پہلے سے بھی زیادہ ترقی کرنے لگا، اسلئے کسی کو طعنہ مت دو کہ فلاں آدمی اچھا کام بھی کر رہا ہے اور اس سے اس طرح کی غلطیاں بھی ہو رہی ہیں، البتہ آپ محبت سے بتا سکتے ہو لیکن اسکی ان اچھائیوں کو پامال نہ کرو۔

ایک آدمی اگر غلطی کر رہا ہے اور جو اس سے غلطی ہونے والی تھی، اللہ

---

[1] ابن ماجه، كتاب الزهد، باب ذكر التوبه/ حديث ۴۳۰۴ ص ۳۱۳۔

نے اسے بچالیا تو اسکے معنی یہ نہیں ہیں کہ اسکے اچھے کام بھی غلط، اسکی نماز پڑھنا بھی غلط، اسکا روزہ رکھنا بھی غلط، اسکا زکوٰۃ دینا بھی غلط، ایسی بات نہیں ہے بلکہ اس نے جو کام اچھے کئے ہیں، وہ اچھے ہیں اور جو برے کئے ہیں، وہ برے ہیں، اگر کسی انسان سے غلطی ہوگئی تو اللہ پاک اسکو معاف کرنیوالے ہیں تو اسکا یہ مطلب نہیں کہ لوگوں میں اسکا مذاق اڑایا جائے، اسکے چرچے کئے جائیں۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''مَنْ سَتَرَ مُؤْمِناً فِی الدُّنیَا عَلٰی عَوْرَةٍ سَتَرَهُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ''[۱] جو بندہ اپنے بھائی کے عیب کی پردہ پوشی کرتا ہے، حق تعالی اسکے عیوب کی دنیا اور آخرت میں پردہ پوشی فرماتے ہیں اور جو بندہ اپنے بھائی کے عیوب کو کھولتا ہے تو حق تعالی بھی اسکے عیوب کو کھولتے چلے جاتے ہیں۔

اسلئے جب بھی کوئی گناہ ہوجائے تو انسان کو چاہئے کہ توبہ واستغفار کرے، اللہ کی طرف توجہ اور ذکر اللہ کی طرف رغبت کرے اور جو غلطی ہوجائے، فوراً اس پر توبہ واستغفار کرے ''أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّأَتُوْبُ اِلَیْهِ'' کا ورد کرے۔

ہمیں اللہ پاک سے دعاء کرنی چاہئے کہ اللہ ہماری تمام شرور وفتن سے حفاظت فرمائے، ہمیں سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں توبہ کی توفیق عنایت فرمائے۔

آمین یا رب العلمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

---

[۱] ترمذی شریف جلد ۲

تیسرا خطاب

تواضع کی اہمیت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَ نُؤْمِنُ بِہٖ وَ نَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہٗ لَآ شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. اَمَّابَعْدُ: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ فَھُوَ فِیْ نَفْسِہٖ صَغِیْرٌ وَفِیْ أَعْیُنِ النَّاسِ عَظِیْمٌ وَمَنْ تَکَبَّرَ وَضَعَہُ اللّٰہُ فَھُوَ فِیْ أَعْیُنِ النَّاسِ صَغِیْرٌ وَفِیْ نَفْسِہٖ کَبِیْرٌ حَتّٰی لَھُوَ أَھْوَنَ عَلَیْھِمْ مِنْ کَلْبٍ أَوْ خِنْزِیْرٍ۔[1]

بزرگانِ محترم برادرانِ اسلام!

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشادِ گرامی اسوقت ذہن میں آیا ہے اللہ کے حبیب ﷺ نے تواضع کی فضیلت اور تکبر کی مذمت بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جو آدمی اللہ کیلئے تواضع اختیار کرتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ اسکو بلند فرماتے ہیں، وہ اپنی نظر میں کمتر ہوتا ہے اور دوسرے انسانوں کی نظروں میں بلند اور بڑا ہوتا ہے اور جو شخص تکبر کرتا ہے، وہ اپنی نظر میں بڑا ہوتا ہے اور دوسروں کی نظروں میں ذلیل وخوار ہوجاتا ہے، یہاں تک کہ کتے

---

[1] کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۱۳

وخنزیر سے بھی زیادہ ذلیل وخوار ہوجاتا ہے، حدیث پاک میں سیّد المتواضعین رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تواضع کی بہت ہی بڑی فضیلت بیان فرمائی ہے۔

سب سے بڑا اور پہلا متکبر

اس کائنات میں سب سے پہلے اللہ رب العزت کی نافرمانی ابلیس نے کی، اس نے نافرمانی کا بیج بویا، اس سے پہلے نافرمانی کا کوئی تصور نہیں تھا، جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور تمام فرشتوں کو انکے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا تو ابلیس نے سجدہ کرنے سے انکار کردیا اور کہا کہ ''میں آدم سے اچھا ہوں، اسلئے کہ مجھے آپ نے آگ سے پیدا کیا اور اسکو مٹی سے بنایا ہے اور آگ مٹی سے افضل ہے، اسلئے میں اس سے افضل ہوں، میں اسکو سجدہ کیوں کروں؟'' یہ سب سے پہلی نافرمانی تھی، جو اس کائنات میں سرزد ہوئی، اس نافرمانی کی بنیاد تکبر اور بڑائی تھی کہ میں اس سے افضل اور بہتر ہوں، بس اس تکبر کے نتیجے میں اللہ رب العزت نے اسکو راندۂ درگاہ کردیا، اس سے معلوم ہوا کہ ساری نافرمانیوں اور برائیوں کی جڑ ''تکبر'' ہے، جب دل میں تکبر پیدا ہوگا تو دوسری برائیاں بھی اس میں جمع ہونگی۔

شیطان کے اس تکبر کی وجہ یہ ہوئی کہ اس نے اپنی عقل پر ناز کیا، اس نے سوچا کہ میں ایک ایسی عقلی دلیل پیش کررہا ہوں، جسکا کوئی توڑ نہیں، وہ یہ

کہ اگر آگ اور مٹی کا تقابل کیا جائے تو آگ مٹی سے افضل ہے، اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے اپنی عقل چلائی، جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ بارگاہِ خداوندی سے مردود و مقہور ہوا۔

تو معلوم ہوا کہ تکبر سارے گناہوں کی جڑ ہے، تکبر سے غصہ وحسد اور بغض پیدا ہوتا ہے، تکبر کی بنیاد پر دوسروں کی دل آزاری اور غیبت ہوتی ہے، جب تک دل میں تواضع نہ ہوگی، اس وقت تک ان برائیوں سے نجات نہ ہوگی، اسلئے ایک مؤمن کیلئے تواضع کو حاصل کرنا ضروری ہے۔

تواضع کسے کہتے ہیں؟

تواضع اسکا نام ہے کہ آدمی اپنے آپکو اپنے مقام ومرتبہ سے نیچے اُتار کر لوگوں کے ساتھ اچھا معاملہ کرے، اپنے آپکو دوسروں سے کمتر جانے، اپنے آپکو کسی سے بڑا اور اچھا نہ سمجھے، اگر آدمی اپنے آپکو یہ سمجھے کہ میں سب سے بڑا ہوں تو یہ تکبر ہے اور اگر یہ سوچتا ہے کہ میں کچھ نہیں ہوں، دوسرے تمام انسان مجھ سے افضل اور بہتر ہیں، اللہ کی مخلوقات میں سب سے کمتر میں ہی ہوں تو یہ تواضع ہے۔

آجکل لوگ تواضع اسکو سمجھتے ہیں کہ اپنے لئے تواضع اور انکساری کے الفاظ استعمال کر لئے، مثلاً اپنے آپکو احقر، ناچیز، ناکارہ، خطاکار یا گنہگار کہہ دیا اور یہ سمجھتے ہیں کہ ان الفاظ کے استعمال سے تواضع حاصل ہوگئی، حالانکہ

اپنے آپکو کمتر کہنا تواضع نہیں بلکہ کمتر سمجھنا تواضع ہے۔

مثلاً کوئی شخص یہ سمجھے کہ میری کوئی حیثیت نہیں، اگر میں کوئی اچھا کام کر رہا ہوں تو یہ محض اللہ تعالیٰ کی توفیق وعنایت اور اسکی مہربانی ہے، اس میں میرا کوئی کمال نہیں، یہ ہے تواضع کی حقیقت، جب یہ حقیقت حاصل ہو جائے تو اسکے بعد زبان سے اپنے آپکو حقیر اور ناکارہ کہو یا نہ کہو، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، جو شخص تواضع کی اس حقیقت کو حاصل کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسکو بلند مقام عطا فرماتے ہیں۔

حقیقتِ سجدۂ ملائکہ

جب اللہ پاک نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو تمام فرشتوں کو حکم فرمایا کہ تم آدم کو سجدہ کرو تو سب نے حضرت آدم کو سجدہ کیا یعنی انکے سامنے جھک گئے، اگرچہ اس میں اختلاف ہے کہ یہ سجدہ وہی تھا جو ہم اللہ کیلئے کرتے ہیں یا کسی اور قسم کا تھا؟ محققین کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ یہ سجدہ وہ نہیں تھا کہ جو ہم نماز میں کرتے ہیں کیونکہ نماز میں سجدۂ عبادت کیا جاتا ہے اور سجدۂ عبادت تو صرف حق تعالیٰ ہی کیلئے ہوتا ہے، یہ صرف بطور تعظیم کے جھکنا تھا، اللہ پاک نے جس کو خلیفہ بنایا تھا، اس خلیفہ کی بات ماننے کا ایک اقرار تھا، اطاعت شعاری کا ایک مظاہرہ تھا، حقیقت میں وہ سجدہ نہیں تھا۔

سجدۂ تعظیمی حرام ہے

سجدۂ تعظیمی بعض شریعتوں میں جائز رہا ہے لیکن ہماری شریعت نے سجدۂ تعظیمی کو بھی حرام قرار دیا ہے، کیونکہ سجدہ تو صرف اللہ ہی کیلئے ہے، کسی کو کیا معلوم کہ تعظیم ہے یا عبادت ہے، دیکھنے والا تو اس سجدہ کو سجدۂ عبادت ہی سمجھے گا، اسلئے ہماری شریعت میں مطلقاً سجدہ غیر اللہ کیلئے حرام قرار دیا گیا اور اسکی جگہ سلام ومصافحہ کا حکم دیا گیا ہے۔

یہی وجہ تھی کہ امامِ ربانی، عالمِ حقانی حضرت مجدد الف ثانی نور اللہ مرقدہ نے شاہِ وقت کو سجدہ نہیں کیا اور اسکے دربار میں آپ اسی طرح تشریف لے گئے، جس طرح کوئی شخص کسی عام انسان کے پاس جاتا ہے، آپ نے شریعت کے مطابق سلام کیا اور ادب واحترام کے ساتھ بیٹھ گئے، اس پر بادشاہِ وقت نے آپکو جیل میں ڈالدیا، آپ نے جیل کو پسند کیا، سختیاں برداشت کیں لیکن غیر اللہ کیلئے سجدہ کرنا برداشت نہیں کیا، یہ سجدہ تو صرف اللہ کیلئے ہوتا ہے۔

تو جس سجدہ کا حکم اللہ پاک نے فرشتوں کو دیا تھا، وہ سجدہ عبادت کا نہیں تھا، وہ تو ایک جھکنا تھا، اسمیں اطاعت کا اظہار تھا، ابلیس نے جو تمام شیطانوں کا سرغنہ، انسانوں کا سب سے بڑا دشمن اور اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے، اس نے اللہ پاک کے اس حکم کو ماننے سے انکار کردیا، جیسا کہ ارشاد باری ہے ''وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ

أَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ''[1]۔

اور وہ وقت بھی قابلِ ذکر ہے کہ جس وقت ہم نے ملائکہ سے کہا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو تو ابلیس کے علاوہ تمام ملائکہ نے سجدہ کیا، اس نے انکار کیا اور تکبر کیا، حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ ہمیشہ کیلئے نافرمانوں میں سے بن گیا اور اس پر ہمیشہ کیلئے اللہ تعالیٰ کی لعنت اور پھٹکار مسلط کردی گئی، تکبر کا سلسلہ وہیں سے شروع ہوا، حضرت شیخ سعدیؒ اسکو اسطرح بیان کرتے ہیں۔

تکبر عزازیل را خوار کرد
بزندانِ لعنت گرفتار کرد

نیز کسی نے کہا ہے:

گیا شیطان مارا ایک سجدہ کے نہ کرنے سے
اگر لاکھوں برس سجدہ میں سر مارا تو کیا مارا

شیطان نے ایک سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے اگر عمر بھر سجدہ میں سر مارا تو کیا مارا، اب اگر وہ عمر بھر بھی سجدہ کرتا رہیگا تو کچھ فائدہ نہیں، کیونکہ اللہ پاک کی اطاعت سے اس نے منہ موڑا اور یہ منہ موڑنا تکبر کی وجہ سے تھا، جسکو حق تعالیٰ قرآن کریم میں اسطرح بیان فرماتے ہیں ''قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِىْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ''[2] اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا کہ تو نے سجدہ کیوں نہیں کیا جبکہ اوروں نے سجدہ کیا؟ تو

---

[1] سورۂ بقرہ پارہ ۱ ...... [2] سورۂ اعراف پارہ ۸

اس نے کہا کہ آدم کو تو نے مٹی سے پیدا کیا اور مجھ کو آگ سے پیدا کیا، آگ
اُوپر جاتی ہے اور مٹی اُوپر سے چھوڑو تو نیچے آتی ہے، مٹی میں پستی ہوتی ہے،
میں تو اعلیٰ ذات و اعلیٰ خاندان اور اعلیٰ برادری کا ہوں، میں چھوٹے خاندان و
چھوٹے حسب ونسب اور برادری کے آدمی کو سجدہ کیوں کروں؟ تو اللہ پاک
نے فرمایا کہ تیرے دماغ میں تکبر کا کیڑا اُچھل رہا ہے، تو نے اس پر غور نہیں کیا
کہ تیری حیثیت کیا ہے، تو نے اس پر نظر نہیں کی کہ تجھے حکم کون دے رہے
ہیں؟ تیری نظر اپنی ذات و خاندان پر گئی اور اپنے حسب ونسب پر گئی، اسی لئے
تو قیامت تک کیلئے پھٹکار دیا گیا اور جنت سے نکالدیا گیا، چنانچہ خداوند
قدوس ارشاد فرماتے ہیں ''قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ أَنْ تَتَكَبَّرَ
فِيْهَا فَاخْرُجْ إِنَّكَ مِنَ الصَّاغِرِيْنَ''[1] اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تو یہاں سے
اُتر جا تو اس لائق نہیں ہے کہ یہاں تکبر اور بڑائی کرے، نکل جا کیونکہ تو ذلیل
وخوار لوگوں میں سے ہے اور جو تیری اتباع کریگا ہم اسکو بھی اور تیری ساری
قوم کو جہنم میں ڈالکر بھر دیں گے اور کوئی پرواہ نہ ہوگی۔

آپ نے دیکھا کہ شیطان جو معلم الملکوت تھا، بہت بڑا عابد و زاہد
اور بزرگ تھا، ایک تکبر سے کتنا ذلیل و خوار ہوا اور اسکا انجام کتنا خطرناک
ہوا، انسان اپنے آپکو بڑا سمجھتا ہے اپنی ذات میں اپنے کو بڑا سمجھتا چلا جاتا ہے،
کوئی علم کی وجہ سے اپنے آپکو بڑا سمجھتا ہے، علم کی وجہ سے تکبر یہ تو بہت خطرناک

---

[1] سورۂ اعراف پارہ ۸

چیز ہے، علم تو اسلئے کہ اس سے آداب اور خدمات کا پتہ چلے، تاکہ حقوق اللہ اور
حقوق العباد کا پتہ چلے اور آدمی علم کے ذریعہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا
کرے، اگر تکبر علم کی وجہ سے ہو تو وہ بھی خطرناک ہے، اگر مال و دولت کی وجہ
سے ہو تو وہ بھی مہلک ہے اور اگر تکبر حسب ونسب اور خاندان و برادری کی وجہ
سے ہو تو وہ بھی خطرناک ہے۔

شاکر کو تواضع حاصل ہوتی ہے

جہاں تک تواضع کا تعلق ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے شکوے سے
حاصل نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ کے انعامات پر شکر کے نتیجے میں حاصل ہوتی
ہے، تواضع کرنے والا یہ سوچتا ہے کہ میں اس قابل نہیں تھا کہ مجھے یہ نعمت ملتی
مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مجھے یہ نعمت عطا فرمائی، یہ انکا کرم اور
انکی عطا ہے، میں اسکا مستحق نہیں تھا۔

یہ تواضع نہیں ہے

بعض اوقات ہم لوگ زبان سے یہ الفاظ استعمال کرتے ہیں کہ
ہماری حقیقت کیا ہے؟ اور ہم تو ناچیز ہیں، ناکارہ ہیں، گنہگار ہیں وغیرہ،
بسا اوقات یہ تواضع نہیں ہوتی بلکہ تواضع کا دکھاوا ہوتا ہے، اگر کوئی شخص
اسطرح کے الفاظ کہے تو اسکے بارے میں اس بات کا اندازہ لگانا بہت
آسان ہے کہ اسکے اندر تواضع ہے بھی یا یہ خواہ مخواہ اس طرح کے الفاظ

استعمال کررہا ہے، چنانچہ جب کوئی شخص اس طرح کے الفاظ کہے تو آپ اسکو جواب میں کہیں کہ بیشک آپ نے بالکل صحیح فرمایا، آپ واقعی بڑے ناچیز، ناکارہ، خطاکار اور گنہگار ہیں۔

پھر دیکھئے کہ اس جواب کے بعد کیا ہوتا ہے، اگر اس نے یہ الفاظ سچے دل سے کہے تھے، تب تو وہ اس جواب کا خیر مقدم کریگا لیکن اگر اس جواب کی وجہ سے اسکے دل میں ملال پیدا ہوگیا تو اسکا مطلب یہ ہے کہ وہ یہ باتیں سچے دل سے نہیں کہہ رہا ہے بلکہ تواضع کے الفاظ اسلئے استعمال کررہا ہے، تاکہ جواب میں یہ کہا جائے کہ نہیں حضرت، آپ تو بڑے نیک ہیں، بڑے متقی و پرہیزگار ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ مصنوعی تواضع میں جو الفاظ کہے جاتے ہیں، وہ سچے دل سے نہیں کہے جاتے بلکہ دوسروں سے اپنی تعریف کروانے کیلئے کہے جاتے ہیں، لہذا یہ تواضع نہیں ہے۔

تواضع کی حقیقت

عزیز دوستو!

آپ یہ بات بھی یاد رکھئے کہ اس جگہ تواضع سے وہ کیفیت مراد ہے کہ جو تکبر اور غرور و گھمنڈ کی ضد ہے، تکبر اپنے آپ کو بڑا اور اچھا سمجھنا اور دوسروں کو حقیر جاننا ہے، اسکے مقابلہ میں تواضع ہے، جس میں عاجزی و فروتنی اور اپنی حقیقت پر نگاہ رہتی ہے، جب تک آدمی اولیاء اللہ کے پاس نہیں لگتا اور ان

سے اپنی اصلاح کا طالب نہیں ہوتا، تب تک اس مرض سے اسکو نجات حاصل نہیں ہوتی کیونکہ اولیاء اللہ ایک آئینہ ہوتے ہیں، جنکے پاس رہنے اور ان سے اصلاحی تعلق کے نتیجہ میں اپنے عیوب اور اپنی برائیاں معلوم ہوتی ہیں۔

میرے شیخ و مرشد فانی فی اللہ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحبؒ نے اس طرح فرمایا ہے کہ:

کھل گئی جب سے چشمِ بصیرت
اپنی نظروں سے خود گرگئے ہم

اور وہ حال جو بہادر شاہ ظفر نے کہا تھا کہ:

نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنی خبر
رہے دیکھتے دوسروں کے عیب و ہنر
جب پڑی اپنے عیبوں پر نظر
تو اپنی نظروں میں کوئی بھی برا نہ رہا

بالکل صحیح ہے، جو آدمی اپنے عیوب پر نظر رکھتا ہے، وہ دوسروں کے عیوب کی فکر میں نہیں پڑتا اور جب اپنے عیوب اور خرابیوں سے صرف نظر کرلیتا ہے تو دوسروں کو ذلیل سمجھنے اور ذلیل کرنے میں لگا رہتا ہے اور یہی فتنہ وفساد کی بنیاد ہے، اللہ پاک اس سے ہماری حفاظت فرمائے۔

اسلئے عقلمندی کا تقاضہ یہ ہے کہ اپنی فکر کی جائے، بصیرت مندی اور

حوصلہ مندی یہ ہے کہ خود کو اپنی نظر سے گرادے، وہی اصل بہادر اور عقلمند ہے
اور جو شخص دوسروں کے عیبوں کی فکر میں لگا رہتا ہے تو وہ اپنے آپکو پاک و
صاف سمجھتا ہے، اپنی غلطیوں کی تاویل کرتا ہے، حالانکہ معرفتِ ربانی کا
تقاضہ یہ ہے کہ اپنی خبر زیادہ لے اور دوسروں پر رحمت وشفقت کا معاملہ
کرے، اسی میں راحت اور معاشرہ کا سکون ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دعاء میں اسکی طرف رہنمائی
فرمائی ہے ''**اللھم اجعلنی فی عینی صغیرا وفی اعین الناس
کبیرا** '' یہ دعاء کرو کہ اے اللہ مجھے اپنی نظر میں کمتر او دوسروں کی نظروں میں
عزیز بنا، اسی مضمون کی روایت امام بیہقی نے بھی نقل کی ہے[1]۔

عفو و تواضع کرنا

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''تواضع بندہ کو بلند کرتی
ہے، لہذا تواضع اختیار کرو، اللہ پاک بلندی عطا فرمائیں گے، معاف کرنا
بندہ کی عزت میں اضافہ کرتا ہے، لہذا عفو و درگزر سے کام لو، اللہ پاک تم کو
معاف فرمائیگا''[2]۔

مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی نظر میں عزت والا ہونے سے تکبر کرنے
لگے گا اور دوسروں کی نظروں میں ذلیل ہونے سے زندگی گزارنا ہی دشوار

---

۱ بیہقی فی شعب الایمان رج ۶ ر ۲۷۷ ......۲ کنز العمال رج ۳ رص ۱۱۰

ہوجائیگا، سچ ہے کہ جس قدر اللہ تعالیٰ کی معرفت بڑھتی چلی جاتی ہے کہ اسی قدر
اپنی ذات میں حقارت وذلت کا پردہ اٹھ جاتا ہے اور اپنی کمزوریوں اور غلطیوں
سے شرمندگی ہونے لگتی ہے، اسلئے فرمایا کہ جس نے اپنے نفس کی مکاریوں کو
جان لیا، اسکے عیوب سے واقف ہوگیا، اسی قدر رب ذو الجلال اور اسکی عظمت و
کبریائی کا مشاہدہ کرے گا اور جس قدر رب المغفرت والجلال کی عظمت و
تقدس میں زیادتی اور ترقی ہوگی، اسی قدر اپنا ضعف اور بے بسی کا انکشاف ہوگا
اور انسان اللہ رب العزت کا بہت زیادہ مقرب بن جائے گا۔

تواضع سے بلندی اور تکبر سے ذلت

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اللہ پاک کی خاطر
ایک درجہ تواضع اختیار کرے گا اللہ پاک ایک درجہ بلند فرمائیں گے
اسطرح تواضع درجہ بدرجہ اختیار کرنے سے اعلیٰ علیین میں مقام حاصل
کرے گا اور جو اللہ پاک کے سامنے ایک درجہ تکبر اختیار کرے گا تو
اللہ پاک ایک درجہ اسکو ذلیل کردیں گے، یہاں تک کہ اسفل سافلین
میں جگہ پائے گا[1]۔

اس روایت میں دو مضمون آسکتے ہیں کہ اللہ پاک کے سامنے تواضع
کرنے سے مراد اللہ پاک کی عبادت اختیار کرنا ہے اور ظاہر ہے کہ عبادت

---

۱ کنز العمال ص ۱۱۰ ج ۳

الٰہی سے عنداللہ وعندالناس رفعت و بلندی حاصل ہوتی ہے، اگر چہ لوگوں کی
نظروں میں عزت پانے کیلئے عبادت کرنا سخت گناہ ہے کیونکہ عبادت کا
مقصد اللہ رب العزت کی رضا حاصل کرنا ہے۔

اسلئے عبادت صرف باری تعالیٰ کو خوش کرنے کیلئے کرے، تب اللہ
پاک کے یہاں بھی عزت ہوگی اور اللہ پاک کے سامنے تکبر کرنا یعنی اسکے حکم
اور اسکی عبادت سے سرکشی اختیار کرنا تکبر ہے، جیسے فرعون، ہامان، قارون،
نمرود، ابولہب، ابوجہل جیسے خبیث انسانوں نے کیا جسکا نتیجہ عذابِ الٰہی اور
قہرِ خداوندی کی شکل میں ہوا۔

اللہ پاک کیلئے تواضع کرنے کے دوسرے معنٰی یہ بھی ہوسکتے ہیں
کہ مخلوق کے ساتھ کریمانہ اخلاق کا استعمال، اچھی گفتگو، اچھے معاملات
اور نرمی وخوش خلقی سے پیش آنا ہے، اللہ پاک کو راضی کرنے کیلئے کیونکہ
اس کا حکم بھی اللہ پاک اور انکے رسول نے دیا ہے اور یہ بڑا اُونچا عمل ہے
اس سلسلے میں یہ رسالہ ہے اور مخلوق کے ساتھ تکبر سے پیش آنا انتہائی مذموم
اور بری حرکت ہے اسکا انجام بھی خراب ہے اللہ پاک کو دونوں قسم کے
متکبرین سے سخت نفرت ہے۔

حضرت نبی کریم ﷺ کی تواضع

سیدالانبیاء والمرسلین رحمۃ للعالمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باوجود
عالی مقام و بلند ہونے کے، سارے انسانوں میں سب سے زائد تواضع و

عبدیت والے تھے اور آپؐ میں تکبر کا نام ونشان بھی نہیں تھا جیسا کہ قاضی
عیاضؒ نے شفاء میں فرمایا ہے یہی وجہ تھی کہ گھر کے کام کاج میں ازواج کے
ساتھ شریک ہونے کو عار محسوس نہ فرماتے تھے۔

حضرت اسود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ سے
معلوم کیا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کیا کام کرتے تھے تو
فرمایا کہ گھریلو کام میں ہوتے تھے اور جب نماز کا وقت آجاتا تو نماز کیلئے مسجد
تشریف لے جاتے۔[1]

حضرت سلیمانؑ کی تواضع

حضرت سلیمانؑ باوجود اس کے اتنا عظیم ملک اور اتنی بڑی
بادشاہت رکھتے تھے اپنی نگاہ آسمان کی طرف نہ اُٹھاتے تھے خشوع
وخضوع اور تواضع کی وجہ سے اور لوگوں کو عمدہ غذائیں کھلاتے تھے اور خود
''جو'' کی روٹی کھاتے تھے، یہاں تک کہ وحی آتی کہ آپ عابدوں کے
رئیس ہیں، زاہدوں کے پیشوا ہیں'' ایک عورت آپ کے سامنے اپنی
ضرورت رکھتی تھی حالانکہ آپ ہواؤں پر سوار ہوتے تھے اُتر کر اسکی
ضرورت پوری کرتے تھے پھر چلے جاتے تھے۔[2]

---

[1] رواہ البخاری کذافی حیاۃ الصحابۃ ص ۱۶۰ ج۳

[2] کتاب الشفاص ۱۲۰۔

حضرت داؤدؑ کی تواضع

حضرت داؤدؑ اُون کا لباس پہنتے تھے اور جو کی روٹی نمک سے کھالیا کرتے تھے اور اپنے شربت کو آنسو سے ملا لیتے یعنی روتے اور رونے سے آنسو گر جاتے'' آپ کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا گیا ایک خطاء کے بعد جو آپ سے ہوگئی تھی شرم کی وجہ سے آسمان کی طرف نظر نہ اُٹھاتے اور زندگی بھر روتے روتے گذار دی یہاں تک کہ رونے کی وجہ سے خشک زمین پر گھاس اگ گیا تھا اجنبی بنکر نکلتے تھے اور لوگوں سے اپنے بارے میں معلومات کرتے کہ حکومت کیسی چل رہی ہے تعریف سنتے تو مزید تواضع اختیار کرتے[۱]۔

حضرت عیسیٰؑ کی تواضع

حضرت عیسیٰؑ کی تواضع یہ تھی کہ حضرت عیسیٰ بالوں کا لباس پہنتے تھے اور درخت کے پتے کھاتے تھے اور حضرت کا کوئی خالی مکان نہیں تھا جہاں نیند آجاتی سو جاتے اور آپ کو سب سے زیادہ پسند یہ تھا کہ مسکین کے لفظ سے آپکو پکارا جائے[۲]۔

حضرت موسیٰؑ کی تواضع

امام طبریؒ نے حضرت وہب سے نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰؑ چھپر کے نیچے سایہ حاصل کرتے تھے یعنی چھپر میں رہتے تھے اور ایک پتھر کے برتن میں کھاتے تھے اور منہ لگا کر کھاتے تھے، جب پینے کا ارادہ کرتے تو اس طرح

---

[۱] کتاب الشفاء ص۱۲۲۔ [۲] شفاء ص/۱۲۲

صورت بنا لیتے جس طرح جانور پیتا ہے چونکہ اللہ پاک نے اتنے بڑے اعزاز سے نوازتھا کہ ہم کلام ہوئے تھے، یہ اس اعزاز میں تواضع تھی۔

مطلب یہ نہیں کہ ہر وقت بلکہ بعض اوقات اپنے رب کے سامنے نہ کہ بندوں کے سامنے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص تواضع میں لباس نہ پہنے حالانکہ وہ اس پر قادر ہے تو قیامت کے دن سب کے سامنے اسکو بلایا جائیگا اور اختیار دیا جائیگا کہ ایمان کا جون سا چاہے جوڑا پہن لے[۱]۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص تواضع میں لباس نہ پہنے حالانکہ وہ اس پر قادر ہے تو قیامت کے دن سب کے سامنے اسکو بلایا جائے گا اور اختیار دیا جائے گا کہ ایمان کا جونسا چاہے جوڑا پہن لے[۲]۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عائشہ تم تواضع اختیار کرو اللہ پاک تواضع کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں اور متکبرین سے ناراض ہوتے ہیں نیز فرمایا کہ جو اللہ پاک کیلئے تواضع کرتا ہے اللہ اسکو بلند کرتے ہیں اور جو تکبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسکو ذلیل کر دیتے ہیں۔

نیز فرمایا کہ جو تواضع کرتا ہے اللہ اسکو بلند کرتے ہیں اور جو خرچ کرنے میں درمیانی راہ اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسکو غنی بنا دیتے ہیں اور جو اللہ پاک کو زیادہ یاد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے محبت فرماتے ہیں، اللہ پاک فرماتے ہیں کہ جو میرے سامنے تواضع کرے گا میں اسکو بلند کروں گا۔

......[۲] شفاء ص/۱۲۲......[۳] کنز العمال ص۱۱۲ ج۳

حضرت موسیٰؑ کا کلام کیلئے انتخاب کیوں ہوا؟

شیخ احمد بن ابی الحواری جو بہت بڑے عالم اور بزرگ گذرے ہیں فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ ابوسلمانؒ کو یہ فرماتے سنا کہ اللہ پاک نے انسانوں کے قلوب پر نظر فرمائی تو حضرت موسیٰؑ کے قلب مبارک سے زیادہ تواضع والا کسی کا دل نہیں پایا، اس وجہ سے ان کو اپنے کلام سے شرف بخشا کوہِ طور پر بلا کر ان سے ہم کلام ہوئے یعنی وہ اپنے دور میں سب سے بزرگ اللہ والے متواضع تھے۔

انکے زمانے میں ان سے بڑھ کر مقرب بارگاہ خداوندی میں دوسرا کوئی نہیں تھا بندہ مؤلف عرض کرتا ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بھی زیادہ متواضع تھے، اس وجہ سے آپکو معراج میں اپنے قریب بلا کر زیارت وکلام دونوں سے مشرف ومسعود فرمایا گیا، جب موسیٰؑ سے کوہِ طور پر یعنی زمین پر رہتے ہوئے کلام فرمایا گیا اور باوجود رؤیت و زیارت کی درخواست کے زیارت سے منع کر دئے گئے اور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو زیارت کرائی گئی، حالانکہ آپ نے غایت وتواضع کی وجہ سے موسیٰؑ کی طرح اس قسم کی کوئی درخواست بھی نہیں کی تھی یہ کمال تواضع اور عبدیت میں فنا کی برکت ہے جو آپؐ کمالات ظاہریہ وباطنیہ کے عروج پر پہنچے اسی وجہ سے آپؐ اللہ پاک کے یہاں سب سے زیادہ محبوب اور مقرب قرار پائے۔

تواضع رفعتِ شان کا سبب ہے

میرے دوستو!

عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ تواضع بہت محمود اور مقبول چیز ہے، اسکے ذریعہ سے انسان کو بلندی عطا ہوتی ہے، حدیث پاک میں ہے ''مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ''؎ جس نے اللہ کیلئے تواضع اختیار کی، اللہ نے اسکو بلندی عطا کر دی۔

یہ بھی تواضع کی علامت ہے کہ انسان معمولی کام کرنے پر اپنے نفس میں بوجھ محسوس نہ کرے، بعض مرتبہ انسان کسی چھوٹے سے کام کو اپنی شان کے خلاف سمجھتا ہے، حالانکہ شان تو صرف اللہ ہی کو بجتی ہے، انسان کی کیا شان ہے، انسان تو منی کا قطرہ ہے، جو ایسی چیز ہے کہ اگر وہ کسی انسان کے کپڑوں پر لگ جائے تو جب تک وہ اسکو اپنے کپڑوں سے ختم نہیں کر دیتا، اسکو سکون حاصل نہیں ہوتا۔

یہی وجہ ہے کہ ہمارے اکابر معمولی کام کو بھی اپنے لئے برا نہیں سمجھتے تھے، وہ اپنا کام اپنے ہاتھ سے کر لیتے تھے، وہ کوئی ایسا عمل نہیں کرتے تھے جس سے یہ ظاہر ہو کہ وہ کچھ ہیں، اگر انکو اللہ تعالیٰ کوئی ظاہری یا باطنی نعمت عطا فرماتے تھے تو وہ ان پر اِتراتے بھی نہیں تھے بلکہ پھر بھی تواضع ہی اختیار کرتے تھے۔

؎ کنز العمال ص ۳ ج ۱۱۳

اور یہ بات بھی حقیقت ہے کہ جو شخص اپنے آپکو مٹاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اُوپر اُٹھاتے ہیں، اسلئے بڑا بننے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ انسان چھوٹا بن جائے، جو شخص چھوٹا بن جاتا ہے تو اللہ رب العزت اسکو بڑا بنا دیتے ہیں اور جو اپنی زبان سے بڑا بنتا پھرتا ہے تو اللہ رب العزت اسکو ذلیل وخوار کرتے ہیں، اسی لئے شریعت نے ہمیں اپنے اندر عاجزی پیدا کرنے کی تعلیم دی ہے، ہمارے بزرگوں نے ہمیں چھپنے کی بجائے چھُپنا سکھایا ہے، بہت سے لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جن کو چھَپنے کا بڑا شوق ہوتا ہے، وہ چاہتے ہیں کہ ہمارا نام موٹا موٹا لکھا جائے اور ہمارے نام کے اشتہار چھَپیں، لہذا انسان کو چاہئے کہ اپنے آپکو ہر حال میں عاجز ومجبور سمجھے۔

حسب ونسب تعارف کیلئے ہے نہ کہ تفاخر کیلئے

عموماً لوگوں پر برادری کا بھوت سوار ہوتا جا رہا ہے، حالانکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے صاف صاف اعلان فرمایا ہے یَآاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّاخَلَقْنٰکُمْ مِنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْباً وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ

اے لوگو!

ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور ہم نے

تمہاری جماعتیں اور قبیلے اسلئے بنائے، تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان لو، یقیناً اللہ رب العزت کے نزدیک سب سے با عزت اور مکرم وہ ہے کہ جو سب سے زیادہ ڈرنے والا اور متقی و پرہیزگار ہو، اللہ تبارک وتعالیٰ بہت زیادہ جاننے والا اور باخبر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ متکبر اپنی ذات میں اپنے آپکو بڑا سمجھتا ہے اور لوگوں کی نظر میں وہ گرتا چلا جاتا ہے، یہاں تک کہ وہ کتے اور خنزیر سے بھی زیادہ بدترین ہوجاتا ہے، خدا کی پناہ، متکبر اپنے آپکو بڑا سمجھ رہا ہے اور متکبرین کے ساتھ مل رہا ہے، تکبر تو اللہ کو زیب دیتا ہے، تکبر انہیں کی صفت اور شان ہے۔

میرے دوستو!

تکبر بہت زیادہ خراب چیز ہے، حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ تکبر ایسا مرض ہے کہ اسمیں تمام امراض جمع ہیں اور پھر فرمایا اللہ تعالیٰ کی نظر میں عظیم وہ شخص ہے جو اپنے آپکو کچھ بھی نہیں سمجھتا۔

میرے شیخ ومرشد حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحبؒ فرماتے ہیں ؎

جو شان اپنی گھٹا رہا ہے، وہ شان اپنی بڑھا رہا ہے
جو شان اپنی بڑھا رہا ہے، وہ شان اپنی گھٹا رہا ہے

اللہ پاک کے یہاں تو معاملہ اسطرح ہے ''مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ'' اور جو تواضع و عاجزی اختیار کرتا ہے، اللہ کیلئے کام کرتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ اسکو رفعت و بلندی عطا فرماتے ہیں اور وہ شخص اللہ پاک کے نزدیک بڑا مقبول و معزز بن جاتا ہے، اللہ پاک ہمیں اور آپکو ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور تواضع و انکساری کے ساتھ زندگی گذارنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

آمین

یارب العالمین

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

چوتھا خطاب
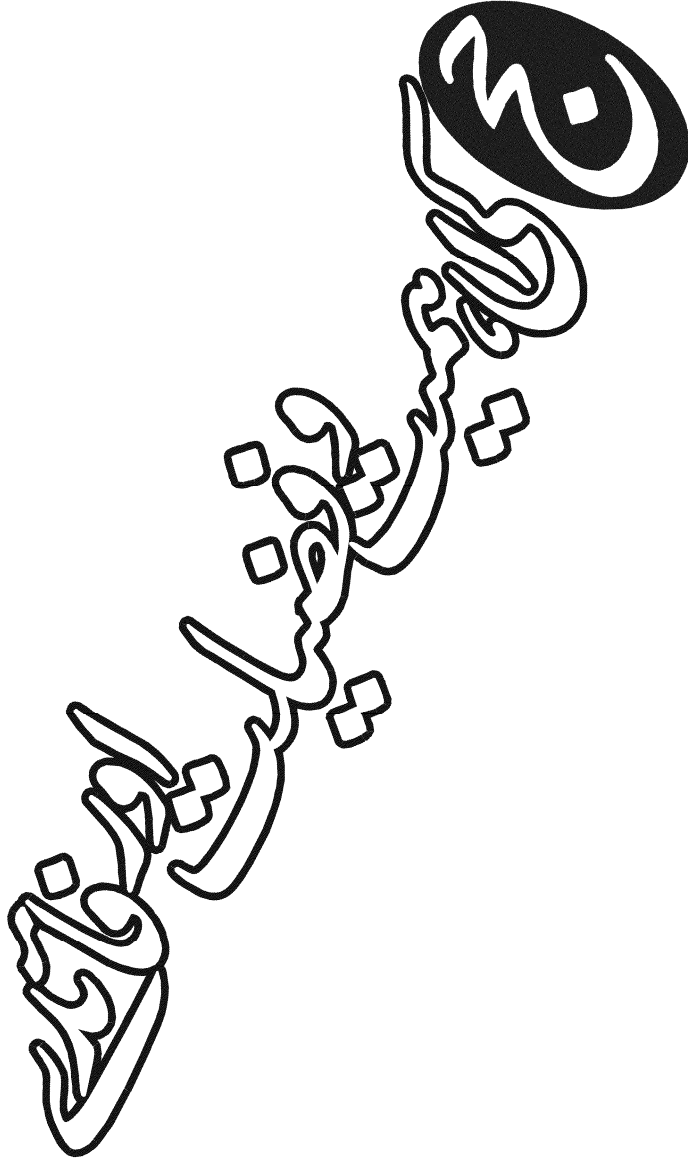
حج کی اہمیت وفضیلت اور فائدے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَ نُؤْمِنُ بِهٖ وَ نَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلاَ هَادِىَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَ شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. اَمَّا بَعْدُ:

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ الخ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ[1]

بزرگانِ محترم برادرانِ اسلام!

حج والا مہینہ چل رہا ہے، اس مقدس ومبارک مہینہ میں حاجی حضرات حق تعالیٰ کے مقدس دربار میں پہنچ کر اسلام کا ایک بہت بڑا فریضہ اور اہم رکن ادا کریں گے، جسکا نام حج ہے، حج اسلام کے ارکان میں سے پانچواں عظیم الشان رکن ہے، جسکے ذریعہ سے ارکانِ اسلام کی تکمیل ہوئی، جسکے نازل ہونے کے بعد اللہ سبحانہ تعالیٰ نے ارکانِ اسلام کے مکمل ہونے کا اعلان فرمادیا۔

جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جاں نثاروں کے ساتھ حج فرمانے کیلئے نکلے تو حضرات صحابہ کرام کی ایک بڑی تعداد آپؐ کے ساتھ تھی،

[1] سورۂ بقرہ پارہ ۲

جمعہ کا دن تھا، ذی الحجہ کی نویں تاریخ تھی، عصر کے بعد کا وقت چل رہا تھا، اس موقع پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ آیت مقدسہ نازل فرمائی ''اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلاَمَ دِيْناً''[1] آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کردیا اور اپنی نعمت کو تمہارے اُوپر تام کردیا اور تمہارے لئے میں نے مذہبِ اسلام کو پسند کرلیا ہے۔

اللہ سبحانہ تعالیٰ نے اس آیت مقدسہ میں ایمان والوں کو ایک بہت بڑا مژدہ اور بہت بڑی بشارت سنائی یعنی دین کے مکمل ہونے کا اعلان فرمادیا اور فرمایا کہ میں نے اپنی نعمت کو تمہارے اُوپر مکمل کردیا یعنی دینِ اسلام جو بہت بڑی نعمت ہے، وہ آج میں نے تمہارے اُوپر تام کردی اور میں نے مذہبِ اسلام کو تمہارے لئے پسند کرلیا، جو تمام دینوں میں سب سے زیادہ مقدس دین اور خدا تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہے۔

اسلام مکمل نظامِ حیات ہے

مذہبِ اسلام سے پہلے انبیاء علیہم السلام کو جو کچھ دیا گیا تھا، اگر آپ اسکا مطالعہ کریں اور ساتھ ساتھ اسلام کے احکامات، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق وعادات کی تعلیمات کا مطالعہ کریں گے تو آپکو واضح طور پر محسوس ہوگا کہ جتنی جامعیت اسلام میں ہے، کسی دوسرے دین میں نہیں، دنیا کے اندر اسلام سے زیادہ جامع کوئی مذہب نہیں آیا، جو زندگی میں پیش آنیوالے واقعات اور

[1] سورۂ مائدہ پارہ ۶۔

حالات پر مشتمل ہو، جس میں عقائد کی تفصیلات بھی ہوں اور انسان کے پیدا
ہونے سے لیکر موت تک کے احکامات بھی ہوں، اس میں تمام اخلاق و عادات بھی
بتائے گئے ہوں اور انسان کو خرید و فروخت کے مضامین بھی سمجھائے گئے ہوں۔

نیز معاشرت کے معاملات بھی بیان کئے گئے ہوں اور معاملات کے
متعلق احکامات سے بھی آگاہ کیا گیا ہو اور حقوق الناس کا مفصل عنوان بھی، اتنا
جامع اور مکمل مذہب نہ اسلام سے پہلے آیا اور نہ بعد میں آسکتا ہے، اگر کوئی
مذہب آتا تو پہلے آتا لیکن انبیاء علیہم السلام جو کچھ لیکر آئے تھے، وہ مذہبِ
اسلام کے سامنے ایک حصہ تھا۔

اللہ نے مذہبِ اسلام میں جو نعمتیں رکھی ہیں، وہ کسی دوسرے مذہب کو
حاصل نہیں، چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بہت ہی زیادہ اہمیت وفضیلت کے
ساتھ اس بات کا اعلان فرمایا ''وَ رَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا '' کہ میں نے
تمہارے لئے مذہبِ اسلام کو پسند کرلیا ہے، لہٰذا اب تم مذہبِ اسلام پر پورا
پورا عمل کرنا، عقائد و احکامات، اخلاق و کردار، رہن سہن، ملنے جلنے، غمی خوشی اور
معاشرت وغیرہ میں تمہارا مکمل عمل ہونا چاہیئے، لیکن دین اور معاملات کی دنیا
بھی اسلامی اصول کے مطابق ہونی چاہیئے۔

اسلام میں مکمل داخلہ مطلوب ہے

اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں ''یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا ادۡخُلُوۡا

فِی السِّلۡمِ کَآفَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوۡا خُطُوٰتِ الشَّیۡطٰنِ اِنَّهٗ لَکُمۡ عَدُوٌّ مُّبِیۡنٌ '' [۱]

اے مسلمانوں مذہبِ اسلام میں مکمل طور سے داخل ہو جاؤ اور شیطان
کے نقش قدم پر مت چلو، کیونکہ وہ تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے، ایسا نہ ہو کہ بعض
شعبوں کو مانو اور بعض کو چھوڑ دو اور یہ سمجھو کہ ہم نے پورے اسلام پر عمل کرلیا اور
اسلام کا پورا حق ادا کردیا، اسلئے کہ اسلام کسی رسم کا نام نہیں اور ایمان کسی ایک حکم
کے ماننے کا نام نہیں بلکہ ایمان ان تمام چیزوں کو ماننے اور ان پر عمل کرنے کا نام
ہے کہ جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے پاس سے لیکر آئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے ایمان والو ہم نے تمہیں سب سے عمدہ
مذہب دیا، سب سے عمدہ پیغمبر عنایت فرمایا، سب سے عمدہ کتاب عطا فرمائی اور
تمہیں ساری امتوں میں سب سے بہتر امت بنا دیا، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ
ہے ''کُنۡتُمۡ خَیۡرَ اُمَّةٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ تَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَتَنۡهَوۡنَ عَنِ
الۡمُنۡکَرِ وَ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ '' [۲] اور تم ہی ساری امتوں میں سب سے بہتر اور
افضل امت ہو، اسلئے کہ تم اچھائیوں کا حکم کرتے ہو اور برائیوں سے روکتے ہو
اور اللہ پاک پر مکمل ایمان و مکمل بھروسہ رکھتے ہو۔

تمہاری فضیلت اسلئے ہے کہ تم پورے دین پر عمل کرنے کی کوشش
کرتے ہو اور اسلئے بھی ہے، تاکہ یہ اُمت قرآن کے تمام حصوں اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام سنتِ مقدسہ پر عمل کرنے والی ہو جائے، ایسا نہ ہو کہ

---

[۱] سورۂ بقرہ پارہ ۲ ...... [۲] سورۂ آل عمران پارہ ۴

دوسری اُمتوں کی طرح بعض حصہ پر عمل کرکے اور بعض کو چھوڑ کر اپنے کو ایمان
والا اور نبیوں و کتابوں کو ماننے والا سمجھو، بلکہ تمام کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ
پر تمہارا عمل ہونا چاہیئے۔

الحمدللہ اُمت میں ایک طبقہ وہ بھی ہے، جو تمام کتاب اللہ پر عمل کی پوری
کوشش کرتا ہے اور اسکی تبلیغ بھی کرتا ہے، اس طبقہ کی یہ دلی خواہش و تمنا اور آرزو ہوتی
ہے اور وہ اس بات کیلئے پوری کوشش کرتے رہے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ساری
اُمت کو ایسا ہی ہونا چاہیئے، مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ساری تو کیا امت کا آدھے فیصد
لوگ بھی ایسے نہیں کر رہے ہیں کہ جنکے اندر یہ جذبات ہوں اور جنکے اندر یہ شوق ہو کہ
ساری شریعت پر عمل کیا جائے اور تمام سنتِ مقدسہ پر عمل کیا جائے۔

اے کاش!

ساری امت کا یہ جذبہ ہوتا اور ساری امت کا یہ شوق ہوتا پھر دیکھتے کہ
اس اُمت کو اللہ پاک کی کتنی زبردست عنایات حاصل ہوتیں اور کیا کیا نعمتیں
اور برکات حاصل ہوتیں، آج جو کچھ ہمارا حال ہے، وہ ہمارے سامنے
ہے، اسکے باوجود حق تعالیٰ شانہ اپنی بے حساب عنایات فرما رہے ہیں اور خوب
نواز رہے ہیں لیکن ہم اگر مکمل عمل کرتے تو اللہ پاک کتنا نوازتے، قرآن کریم
اسکو بار بار تفصیل کے ساتھ بیان کرتا رہتا ہے۔

بہرحال عرض یہ کرنا ہے کہ یہ حج کا مقدس مہینہ چل رہا ہے، حجاج کرام
مقاماتِ مقدسہ میں جمع ہو گئے ہیں، زمانۂ قریب میں حج کا عظیم الشان فریضہ

انجام دیں گے، ان کیلئے بھی دعا کرنے کی ضرورت ہے، حق تعالیٰ شانہ ان کیلئے
آسانی فرمائے، حاجی حضرات جو اللہ پاک کا وفد ہے اللہ پاک کے مہمان ہیں،
وہ جو دعائیں کرتے ہیں، انکی دعائیں قبول ہوتی ہیں، جسکے بارے میں سفارش
کرتے ہیں، اللہ پاک اُنکی سفارش کو قبول فرماتے ہیں۔

رمضان المبارک ابھی قریب ہی میں گذرا اور رمضان المبارک
کے فوراً بعد حج کا مہینہ شروع ہو گیا، رمضان المبارک اور حج میں گہرا جوڑ
اور خاص ربط ہے، رمضان المبارک کا مہینہ مجاہدے کا، اور مشاہدے
کا حج مہینہ ہے۔

رمضان المبارک میں عشاق نے اللہ کے عشق میں کھانا پینا اور اپنی
خواہشات کو چھوڑا اور مکمل ایک مہینہ اپنے عشق کا مظاہرہ کیا اور اس بات کا
اقرار کیا کہ آئندہ زندگی میں بھی اللہ کے عشق و محبت کا مظاہرہ کریں گے،
ابھی رمضان المبارک میں یہ اقرار کیا ہی تھا کہ فوراً حج کا مہینہ شروع ہو گیا اور
اللہ کی طرف سے حکم ہوا کہ جاؤ ایک دوسرے انداز سے اپنے عشق و محبت کا
مظاہرہ کرو، وہاں ایک خاص مقام اور خاص جگہ پر جاؤ، جہاں حق تعالیٰ کی
سب سے زیادہ تجلیاں برستی ہیں اور اسکے انوار و برکات نازل ہوتے ہیں۔

یاد رکھو کہ چاہے تم بادشاہ ہو یا حاکم، غریب ہو یا امیر، عالم ہو یا جاہل یا
کسی بھی حسب و نسب، برادری و خاندان اور ملک و وطن سے تمہارا تعلق ہو، کسی
بھی زبان کے بولنے والے ہو، کیسا بھی ذہن رکھنے والے ہو اور تمہارا مکتبِ

فکر کوئی بھی ہو لیکن تم سب وہاں برابر ہو، کوئی بڑا چھوٹا نہیں، لہذا تم سب اللہ کی عبادت کرو اور کوئی بدمعاشی و گناہ اور اختلاف نہ کرو، اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''فَلاَ رَفَثَ وَلاَ فُسُوْقَ وَلاَ جِدَالَ فِی الْحَجِّ ''[۱]۔

حج اللہ کا خصوصی انعام ہے

یہ انسان کی خوش قسمتی ہے کہ ان مقدس مقامات کی زیارت کر رہا ہے، جہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے صحابۂ کرامؓ رہتے سہتے اور نماز و عبادت کرتے تھے، وہ خوش نصیب بندہ کبھی بیت اللہ کا طواف کرتا ہے تو کبھی حجرِ اسود کو بوسہ دیتا ہے، کبھی میدانِ عرفات میں قیام کرتا ہے تو کبھی منیٰ میں قربانی کرتا ہے، کبھی سعی بین الصفا والمروۃ کرتا ہے تو کبھی رمیٔ جمار کرتا ہے۔

غرض یہ کہ بندہ عشقِ خدا میں آج بالکل ڈوبا ہوا نظر آتا ہے، ایسے مخلص حاجی کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیک نامی اور بھلائی کی سند عنایت فرمائی، چنانچہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''خلوصِ نیت سے حج جس میں ریا اور دکھلاوا اور نام ونمود نہ ہو، وہ حاجی ایسا ہے کہ جیسے ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہے''[۲] یعنی اسکے سارے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں اور بالکل پاک صاف ہو جاتا ہے۔

یہ تو ظاہری برکات کا حال ہے، جو مقصود کی حیثیت نہیں رکھتے اور

---

[۱] سورۂ بقرہ/ پارہ ۲ ...... [۲] بخاری و مسلم

معنوی برکات تو اتنی ہیں کہ انکا شمار نہیں ہوسکتا، بعض اہم عبادات تو بیت اللہ کے ساتھ مخصوص ہیں، ان میں جو اجرِ عظیم اور برکاتِ روحانی ہیں، ان کا دارومدار بیت اللہ پر ہے، مثلاً حج وعمرہ اور بعض دوسری عبادات کا بھی مسجدِ حرام میں ثواب بدرجہا بڑھ جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''کوئی انسان اپنے گھر میں نماز پڑھے تو اسکو ایک نماز کا ثواب ملے گا اور اگر اپنے محلّہ کی مسجد میں نماز پڑھے تو پچاس نمازوں کا ثواب پائے گا اور جس نے مسجدِ اقصیٰ میں نماز ادا کی تو ایک ہزار نمازوں کا ثواب پائے گا اور میری یعنی مسجدِ نبویؐ میں نماز ادا کرنے پر پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ملتا ہے اور مسجدِ حرام میں نماز ادا کرنے پر ایک لاکھ نمازوں کا ثواب عنایت کیا جاتا ہے''[۱]۔

بہرحال ان تمام تفصیلات سے اندازہ ہوگیا کہ دنیا کا سب سے پہلا گھر یا عبادت خانہ بیت اللہ ہی ہے، ایک دوسری حدیث میں آتا ہے کہ حضرت ابوذرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ دنیا کی سب سے پہلی مسجد کونسی ہے؟ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ مسجدِ حرام، انھوں نے پھر عرض کیا کہ اسکے بعد کونسی ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ مسجدِ بیت المقدس، پھر دریافت فرمایا کہ ان دونوں کی تعمیر کے درمیان کتنی مدت کا فاصلہ ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا چالیس سال کا[۲]۔

نیز دنیا میں سب سے پہلے بیت اللہ کی تعمیر کرنیوالے حضرت آدم علیہ السلام

---

[۱] ترمذی شریف...... [۲] بخاری و مسلم

ہیں، ایک حدیث میں آتا ہے کہ جب اللہ جل شانہ نے حضرت آدمؑ کو جنت سے اُتارا تو اُنکے ساتھ ہی اپنا گھر بھی اُتارا اور فرمایا کہ اے آدم میں تیرے ساتھ اپنا گھر بھی اُتارتا ہوں، اسکا طواف اسی طرح کیا جائے گا، جس طرح میرے عرش کا طواف کیا جاتا ہے اور اسکی طرف نماز اسی طرح پڑھی جائے گی، جس طرح میرے عرش کی طرف پڑھی جاتی ہے، اسکے بعد طوفانِ نوح کے زمانے میں یہ مکان اٹھالیا گیا، اسکے بعد انبیاء کرام اس جگہ کا طواف کرتے تھے مگر یہاں مکان نہ تھا، اسکے بعد حضرت ابراہیمؑ نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی، پھر اللہ کا حکم ہوا کہ ساری دنیا کیلئے اعلان کردو کہ حج کیلئے آئیں، چنانچہ وہ آواز ساری دنیا میں پہنچی۔

ایک حدیث میں ہے کہ اس آواز کو ساری دنیا نے سنا اور لبیک کہا، جسکے معنیٰ ہیں کہ میں حاضر ہوں، یہی وہ لبیک ہے، جسکو حاجی احرام کے بعد سے شروع کرتا ہے، جسکی قسمت میں اللہ جل شانہ نے حج کی سعادت لکھی تھی، وہ اس آواز سے بہرہ ور ہوا اور لبیک کہا۔

حجِ بیت اللہ کیا ہے

حج اسلام کی بنیاد، دینِ حنیف کا ستون اور ملتِ اسلامیہ کیلئے رکن رکین ہے، حج عشق ومحبت، عقل وخرد کے ایک حسین امتزاج کا نام ہے، حج ایک ایسا فریضہ ہے کہ جسکا تعلق بدنی اور مالی دونوں عبادتوں سے ہے، حج

بیت اللہ اسلام کا پانچواں رکن یا وہ پانچواں ستون ہے کہ جس پر اسلام کی عمارت کھڑی ہے، حج ایک اہم عبادت ہے اور ہر صاحبِ استطاعت مسلمان پر فرض ہے، حج ایک پیغام، درس وتربیت کا ایک جامع کورس اور انسانی اخوت وبھائی چارگی کا عملی مظاہرہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اسکی فرضیت کا حکم ان الفاظ سے فرمایا ہے ''وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ''[1] اور اللہ کا حق ہے لوگوں پر حج کرنا اس گھر کا، جو شخص قدرت رکھتا ہے اسکی طرف راہ چلنے کی، مگر ساتھ ہی یہ بھی ضروری اور لازمی چیز ہے کہ نیت میں اخلاص ہو اور دنیوی کوئی غرض اس میں شامل نہ ہو، گھر سے قدم نکالتے ہی یہ ارادہ کرلے کہ اللہ تعالیٰ کی تابعداری اور اسکی خوشنودی کیلئے جارہا ہوں، نام ونمود اور شہرت کیلئے نہیں جارہا ہوں، اس مبارک سفر میں ظاہراً کچھ پریشانیاں اور تکلیفیں بھی پہنچیں تو انکو صبر وتحمل کے ساتھ برداشت کرے اور ہر موقع پر دنیوی خیالات کو چھوڑ کر اپنے رب حقیقی کی طرف دھیان رکھے، جنگ وجدال اور لڑائی جھگڑوں سے بچتا رہے، حتیٰ کہ دوسروں کو آرام پہنچانے کی کوشش کرتا رہے۔

دورانِ حج اتفاق واتحاد سے رہنا چاہیے

وہاں جاکر اپنے سارے اختلافات ختم کردینے چاہیئے، ختم تو ہر جگہ ہی کرنے چاہیئے لیکن وہاں خاص طور پر تمہارا سب کا لباس ایک ہونا چاہیئے،

---

[1] آل عمران پارہ ۴

تمہارا طرز بھی ایک ہونا چاہئے اور تمہارے الفاظ بھی ایک ہونے چاہئے، آج کوئی سلا ہوا لباس نہیں پہن سکتا، آج کوئی دوسرا نعرہ نہیں لگا سکتا، اگر کوئی بادشاہ ہے تو اپنے گھر کا ہے، یہاں تو احکم الحاکمین کی حکمرانی و بادشاہت ہے اور سب خدا کے عشاق ہیں، سب کا ایک ہی ٹائٹل، سب کی ایک ہی آواز اور سب اللہ کے دیوانے ہیں۔

تمہارے علاقوں کے اندر جو بھی ٹائٹل اور عنوانات تھے، وہ ہوا کریں لیکن یہاں تو تم اللہ کے دیوانے اور اسکے عاشق بنکر آئے ہو، عشق کا لباس پہن لو، اللہ کی دیوانگی کا لباس پہن لو، ایسا لباس پہنو جو سلا ہوا نہ ہو، ایک چادر اوپر اور ایک لنگی نیچے پہن لو، سر بھی کھلا ہوا ہو اور طواف کرو تو مونڈھا بھی کھول دو اور بالکل اللہ کے دیوانے اور عاشق بن جاؤ اور سب ملکر عشق کا مظاہرہ کرو اور اللہ کے دیوانے پن کا اظہار کرو۔

مجھ کو وہی پسند ہے اور میرے نزدیک آج اسی کی قدر ہے، جو اپنے آپکو میرے دربار میں میرا مجنوں اور دیوانہ بنا کر پیش کرے اور جو اپنے آپکو عقلمند اور ہوشیار سمجھتا ہو تو وہ اپنی ہوشیاری کو وہاں رکھدے، اصل ہوشیاری یہ ہے کہ انسان اللہ پاک کے سامنے اپنے آپکو دیوانہ بنا دے، آج سب نے ایک ہی لباس پہنا، سارے امتیازات ختم ہو گئے، بادشاہِ وقت بھی وہیں ہے، محکوم وقت بھی وہیں ہے، طاقتور بھی وہیں ہے، کمزور بھی وہیں ہے، وہاں قسم قسم کے اپاہج اور معذور بھی ہوتے ہیں۔

جب آدمی وہاں جاتا ہے اور اپنے آپکو کمزور محسوس کرتا ہے تو یہ دیکھتا ہے کہ یہ آدمی کس قدر معذور ہے، پھر بھی طواف کر رہا ہے اور خدا کے عشق میں دوڑ رہا ہے اور میں تو اپنے آپکو کمزور سمجھ رہا تھا، حالانکہ یہاں پر مجھ سے بھی زیادہ کمزور آدمی ہیں اور پھر بھی پوری توجہ کے ساتھ ارکانِ حج ادا کرنے میں مشغول ہیں۔

اس طرح وہاں اپنے آپکو کمزور سمجھنے والا انسان بھی طاقتور سمجھنے پر مجبور ہو جاتا ہے، اللہ پاک کے عشق کی برکت اور محبت کی برکت سے ایک اسپیڈ اور طاقت اس میں ڈال دی جاتی ہے اور وہ مجنوں ہو کر خدا کے گھر کا طواف کرنے لگتا ہے، طواف کرتا جاتا ہے، دعائیں پڑھتا جاتا ہے، روتا جاتا ہے اور مانگتا جاتا ہے، اللہ رب العزت سے اپنی التجا اور درخواست کرتا جاتا ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی سخاوتوں کے دریا بہا رہے ہیں، جو مانگنا ہے مانگو، تم مانگتے مانگتے تھک سکتے ہو لیکن باری تعالیٰ دیتے دیتے نہیں تھک سکتے، سب ملکر مانگو، اگر ساری دنیا کے انسان حق تعالیٰ سے اپنی تمام حاجتوں اور ضرورتوں کے بارے میں سوال کریں اور حق تعالیٰ انکی حاجتوں اور ضرورتوں کے مطابق انکو دیدیں بلکہ اس سے بھی سے بھی دس گنا زیادہ انکو دیدیں، تب بھی حق تعالیٰ کے خزانے میں اتنی بھی کمی نہیں آسکتی، جتنی دریا میں آدمی سوئی یا انگلی لگا کر اٹھائے تو سوئی اور انگلی پر جتنا

پانی آتا ہے حق تعالیٰ کے دریاؤں میں اتنی کمی نہیں آسکتی، حق تعالیٰ کی رحمتوں اور نعمتوں کے دریا بہت زیادہ ہیں۔

حج میں دایوانگی کا اظہار ہوتا ہے

حج میں ایسے ارکان وافعال مشروع کئے گئے ہیں، جن میں عشق و محبت کے پورے جلوہ گاہ اور اپنے محبوب پروردگار کے ساتھ مکمل دیوانگی کا ثبوت پیش کیا جاتا ہے، نہ سِلا ہوا کپڑا پہنتا ہے، نہ سر سے جوں صاف کرتا ہے، نہ ناخن تراشتا ہے، نہ سر ڈھکتا ہے، نہ حجامت بنواتا ہے، نہ بالوں میں کنگھا کرتا ہے، نہ تیل وخوشبو کا استعمال کرتا ہے، نہ بدن سے میل کچیل صاف کرتا ہے بلکہ کبھی دارِ محبوب (کعبہ) کے گرد طواف کرتا اور چکر لگاتا ہوا نظر آتا ہے تو کبھی صفاء مروہ کی پہاڑیوں کے درمیان دوڑتا ہوا دکھائی دیتا ہے، کبھی جمرات پر کنکریاں مارتا ہوا دیکھا جاتا ہے تو کبھی ایک بے جان پتھر (حجرِ اسود) کو چومتا اور بوسہ دیتا نظر آتا ہے۔

حج انسانوں کے درمیان اونچ نیچ، رنگ ونسل اور ملک وقوم کا فرق مٹاتا ہے، جہاں سبھی ایک لباس میں دنیا وما فیہا سے بے پرواہ ہوکر شانہ بشانہ والہانہ انداز میں ''لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لاَشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ لاَشَرِیْکَ لَکَ'' (یعنی میں حاضر ہوں، اے میرے رب میں حاضر ہوں، میں حاضر

ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، بیشک ساری تعریفیں اور نعمتیں تیرے ہی لئے ہیں اور ساری بادشاہت بھی، تیرا کوئی شریک نہیں) کا ترانہ زبان سے دہراتے ہیں۔

حج ایک عبادت، دینی فرض کی ادائیگی، اپنے پیدا کرنے والے کی فرمانبرداری اور اسکے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہی کا نام نہیں ہے بلکہ اس میں دینی و دنیوی فوائد بھی ہیں اور اس میں سنتِ ابراہیمؑ اور سنتِ اسماعیلؑ بھی مضمر ہیں، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی زبانی یہ اعلان کرایا کہ ''پکار دے لوگوں میں حج کے واسطے کہ آئیں تیری طرف پیروں چل کر اور سوار ہو کر دُبلے پتلے اُونٹوں پر، چلے آئیں دور دراز سے''۔

حقیقتِ حج

حج کا مبارک موقع کتنا شاندار ہے کہ سب کو ایک لڑی میں پرو رہا ہے، سب حق تعالیٰ کے دربار میں اپنے اپنے جذبات کے ساتھ موجود ہیں اور وہ لوگ بہترین ہیں، جو حج کی حقیقت کو سمجھتے ہیں اور عشق ومحبت اور دیوانگی کے جذبات کے ساتھ جاتے ہیں، بہت سارے لوگ وہ بھی ہیں جو تجارت (بزنس) اور کاروبار کے جذبات کے ساتھ جاتے ہیں لیکن اصل تو وہ آدمی ہے جو عشق ومحبت کے ساتھ وہاں جائے اور اللہ کی محبت و معرفت اور توحید کو لیکر آئے۔

ایسا آدمی کامیاب اورحج کے ثمرات سے مکمل طور پر متمتع ہوتا ہے، یہ آدمی بیت اللہ جائیگا تو اللہ ہی سے مانگے گا، وہاں جاکر بار بار یا اللہ یا اللہ کرتا رہے گا اور توحید کولیکر آئے گا، وہاں جاکر آدمی اللہ پاک کے جلال و جمال کو سمجھے اور اللہ پاک سے لینے کا طریقہ سیکھے۔

انوارِ کعبہ کا مشاہدہ

انوارِ الٰہیہ کو کیسے جذب کیا جاتا ہے، اللہ پاک کے جو سچے دیوانے ہیں وہ اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں کہ بیت اللہ شریف پر کس قدر انوار و برکات نازل ہورہے ہیں، اگر کوئی آدمی دل کھولکر بیٹھ جائے اور یہ مراقبہ کرے کہ بیت اللہ پر اور اس پورے خطے وعلاقے پر جو انوار و برکات نازل ہورہے ہیں، اس غریب کا دل بھی ان انوار سے منور ہوجائے تو اسکا دل ضرور منور ہوگا کیونکہ حق تعالیٰ شانہ تو اپنے بندوں کے گمان کے ساتھ ہے، بندہ اپنے رب سے جیسا گمان کرتا ہے، حق تعالیٰ اسکو ایسا ہی عطا فرماتے ہیں، حدیثِ پاک میں آتا ہے: **انا عند ظن عبدی بی** کہ میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوتا ہوں۔

بہرحال حج کا مبارک موقع مل رہا ہے اور قریب زمانے میں ارکانِ حج ادا ہونیوالے ہیں، اس میں وہاں بھی قربانی ہوگی اور ساری دنیا کے انسان قربانی کریں گے، قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور تمام پیغمبروں کی

یادگار رہے، ہر امت میں قربانی کا عمل رہا ہے، اللہ پاک نے قربانی کے عمل کو بہت پسند فرمایا ہے۔

اگر کوئی روزہ رکھے گا، رات کو جاگے گا، نمازیں پڑھے گا اور اللہ اللہ کریگا تو وہ اللہ تعالیٰ کو بہت ہی پیارا اور پسندیدہ ہوگا اور اسکو شب قدر کے برابر ثواب ملے گا، لیکن خاص طور پر حج اور قربانی والا عمل بہت ہی زیادہ پسند ہے اور یہ مہینہ خاص طور پر قربانی کا مہینہ ہے۔

قربانی کی فضیلت

یہ جو حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب کوئی شخص اللہ کی راہ میں جانور قربان کرتا ہے تو اس قربانی کے نتیجہ میں یہ ہوگا کہ جانور کے جسم پر جتنے بال ہیں، ہر بال کے بدلے گناہ معاف ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو ان تین دنوں میں کوئی عمل خون بہانے سے زیادہ محبوب نہیں ہے، جتنا زیادہ قربانی کرے گا، اتنا ہی اللہ تعالیٰ کو محبوب ہوگا اور فرمایا کہ جب تم قربانی کرتے ہو تو جانور کا خون زمین پر گرنے سے پہلے وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں پہنچ جاتا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں تقرب کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

یہ سب اسلئے ہے کہ جب اللہ تعالیٰ یہ دیکھتے ہیں کہ میرا بندہ یہ دیکھے بغیر کہ یہ بات عقل میں آرہی ہے یا نہیں؟ اور یہ دیکھے بغیر کہ اسکے مال کا فائدہ ہورہا ہے یا نقصان ہورہا ہے، صرف میرے حکم پر جانور کے گلے پر

چھری پھیر رہا ہے تو میں اسکو کیوں نہ اجرِ عظیم عطا کروں؟ ضرور میں اسکو اجر عظیم عطا کروں گا۔

قربانی عند اللہ محبوب عمل ہے

اللہ پاک نے قربانی کا حکم دیکر اسکی ترغیب دی کہ تم قربانی کرو، اسلئے کہ ہمارے دوست حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہماری محبت میں اپنے بیٹے کی قربانی پیش کردی تھی، اللہ کے اتنے بڑے دیوانے اور عاشق نے اپنے مولیٰ کے عشق ومحبت میں اپنے بیٹے پر چھری چلادی تھی، تم بھی تو اپنے آپکو اللہ کا دیوانہ کہتے ہو، کم از کم ایک جانور کی قربانی پیش کرو اور جو آدمی حیثیت اور گنجائش رکھتا ہو تو اسکو اچھے سے اچھا جانور قربان کرنا چاہئے کیونکہ یہ موقع بار بار نہیں آتا، گوشت کھانے کیلئے تو سال بھر موقع رہتا ہے لیکن قربانی کا یہ عمل ہر دن نہیں آتا۔

لہذا جس آدمی کو گنجائش ہو، وہ میدان میں آئے، پیچھے نہ ہٹے اور صرف اللہ کو راضی کرنے کیلئے حصہ لے، ایک تو وہ آدمی ہے کہ جو عرفاً مالدار ہے، جسکو لوگ معاشرہ وسماج میں مالدار سمجھتے ہیں اور ایک وہ آدمی ہے کہ جو شرعاً مالدار ہے اور اسکے پاس ضرورتِ اصلیہ سے زائد مال ہے، چاہے وہ مال تجارت ہو یا نہیں، ضرورتِ اصلیہ سے زائد گھریلو مکان یا دوکان یا جائدادیں ہوں، ان پر قربانی واجب ہے۔

قربانی نہ کرنے پر سخت وعید

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''مَنْ کَانَ لَهُ سَعَةٌ وَ لَمْ يُضَحِّ فَلَا يَقْرُبَنَّ مُصَلَّانَا'' جو آدمی گنجائش رکھتا ہو اور گنجائش کے باوجود قربانی نہیں کرتا، وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے کیونکہ قربانی اسلام کی پہچان اور شعار ہے اور جو آدمی قربانی نہیں کرتا تو اسکے پاس اسلام کی پہچان نہیں، گویا وہ غیر آدمی ہے، لہذا ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔

قربانی نہ کرنیوالوں کو عید منانے کا کیا حق؟

اس شخص کو عید منانے کا کوئی حق نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کے حقوق کو وسعت ہونے کے باوجود ادا نہ کرے، جیسے کوئی شخص رمضان المبارک کے روزے نہیں رکھتا لیکن جب عید کا وقت آتا ہے تو عیدگاہ میں نئے کپڑے پہن کر عید منانے کیلئے جاتا ہے، جس نے رمضان کے روزے نہیں رکھے، اسکو عید منانے کا حق نہیں، اسی طرح جو آدمی قربانی نہیں کرنا چاہتا تو اسکو بھی عید منانے کا حق نہیں ہے، اچھے کپڑے پہننے سے کیا ہوتا ہے، اصل خوشی تو یہ ہے کہ خدا کی بارگاہ میں اپنی طرف سے قربانی پیش کرے، قربانی والا عمل اس دن کا خاص عمل ہے، لہذا پورے جوش وخروش کے ساتھ قربانی کرے اور جو آدمی حصہ لے اس میں اپنے آپکو غریب نہ بنائے۔

آج کل تو ماشاء اللہ یہ حال ہے کہ بڑے بڑے مالدار جنکے پاس دس دس پندرہ پندرہ بیگھہ زمین ہے، وہ بھی آ کر کہتے ہیں کہ ہمارے پاس نہ تو ساڑھے باون تولہ چاندی ہے اور نہ ساڑھے سات تولہ سونا ہے اور ہم تو صرف کھاتے کماتے ہیں، ہمارے پاس کوئی سونا، چاندی اور پیسے وغیرہ نہیں، ہاں البتہ زمین ہے، غور کرنے کا مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو اتنا بڑا مالدار بنایا ہے، لوگ اسکو مالدار سمجھتے ہیں اور گورنمنٹ اسکو مالدار سمجھتی ہے۔

یہ آدمی گورنمنٹ اور عوام کی نظر میں تو مالدار ہے لیکن جب قربانی دینے کا نمبر آتا ہے تو پھر یہی آدمی غریب بن جاتا ہے، حالانکہ اگر کوئی آدمی اسکو غریب یا فقیر کہہ دے تو لڑنے مرنے کو تیار ہو جائیگا کہ تو نے مجھے غریب اور فقیر کہہ دیا، حالانکہ میرے پاس تو دس بیگھہ پندرہ بیگھہ زمین ہے، وہ آدمی اپنے لئے غریب کا لفظ سننا برداشت نہیں کرتا لیکن قربانی کے وقت اپنے آپکو غریب بتاتا ہے۔

یاد رکھئے حق تعالیٰ کو قدرت ہے کہ اسکو حقیقت میں غریب بنادے، لہذا اسکو اللہ رب العزت سے ڈرنا چاہئے اور جب حق تعالی نے اسکو موقع دیا ہے تو اپنی طرف سے قربانی ضرور کرے اور جسکو موقع ہو، اپنے بچوں کی طرف سے عقیقہ کے نام سے قربانی کرے، تاکہ مصیبتیں اور پریشانیاں دُور ہوں، قربانی والا عمل سال میں ایک مرتبہ آتا ہے اور یہ اتنا پیارا عمل ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تو اپنے بیٹے کی قربانی پیش کررہے ہیں اور ہم چند

ٹکوں کی بھی قربانی نہ پیش کرسکیں؟۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سو جانور قربان فرمائے، تریسٹھ تو آپ نے اپنے ہاتھ سے قربان فرمائے اور باقی حضرت علیؓ نے آپکی طرف سے ذبح فرمائے، آپؐ نے ہجرت کے بعد دس سال مدینہ طیبہ میں قیام فرمایا اوران دس سالوں میں کوئی سال ایسا نہیں گذرا کہ آپ نے اس میں قربانی نہ کی ہو اور اسکا ذوق وشوق نہ دلایا ہو۔

آپ ﷺ نے اپنی امت کو بھی یاد رکھا، لہذا آپ کو بھی یاد رکھا جائے، آپکی طرف سے بھی قربانی کی جائے، ہم جب قربانیاں کرتے ہیں تو انکی کھال فروخت کر کے اسکے پیسے کام میں نہیں لاسکتے، اگر کھال کو فروخت نہیں کیا تو اسکو مصلیٰ یا ڈول وغیرہ بنا کر کام میں لایا جاسکتا ہے مگر فروخت کرنے کے بعد اسکی قیمت کا صدقہ وخیرات کردینا ضروری ہے۔

خداوند قدوس ہم سب کو اپنی بارگاہ میں خوب خوب خرچ کرنے کی تو فیق مرحمت فرمائیں اور اسکو بیحد قبول فرمائے۔

آمین

یا رب العالمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین